ٹوپی کی شرعی حیثیت

مرتب

مفتی احمد اللہ نثار قاسمی

ناظم دار العلوم رشیدیہ و صدر دار الافتاء والارشاد حیدر آباد

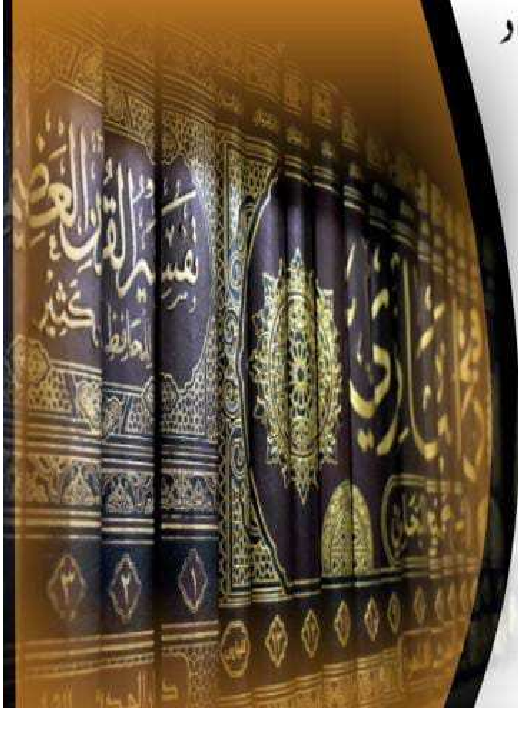

ناشر

دار العلوم رشیدیہ مہدی پٹنم حیدر آباد

ٹوپی کی شرعی حیثیت

مرتب

مفتی احمد اللہ نثار صاحب

ناشر

دار الافتاء والارشاد مہدی پٹنم حیدر آباد

فہرس

حرفِ اول	۴
عمامے کے بغیر صرف ٹوپی کا ثبوت	۶
ٹوپی کے ثبوت کے دلائل	۶
نماز میں عمامہ کے فضائل والی روایات کا جائزہ	۱۳
کیا سر ڈھانکنا اہل عرب کی ثقافت ہے؟ یعنی شریعت سے اسکا کوئی تعلق نہیں ہے؟	۱۴
فرشتوں کا عمامہ باندھنا	۱۹
عمامہ وٹوپی نماز کی سنت ہے یا زندگی کی؟	۲۳
مروجہ رومال	۲۸
ثبوتِ رومال کے دلائل	۲۹
ننگا سر	۳۳
ننگے سر رہنے والے کی گواہی	۳۵
ننگے سر والی نماز	۳۷
علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تحقیق	۴۱
ٹوپی علمائے غیر مقلدین کی نظر میں	۴۴
ننگے سر نماز کے دلائل کی حیثیت	۴۶

ٹوپی وعمامہ سے لاپرواہی افشاءِ سلام کی رکاوٹ کا سبب	۴۷
خلاصہ کلام	۴۹
مسجد میں رکھی جانے والی ٹوپی	۵۰
ٹوپی، عمامہ اور رومال سے متعلق چند مسائل	۵۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حرف اول

امت مسلمہ میں ٹوپی کے متعلق علم صحیح نہ ہونے کی وجہ سے افراط وتفریط کا ماحول ہے، بعض حضرات سرے سے ہی ٹوپی کا انکار کرتے ہیں اور ننگے سر نماز پڑھنے کی اور رہنے سہنے کی عادت بنا چکے ہیں، جب کہ بعض حضرات ٹوپی کو اتنا ضروری سمجھنے لگے ہیں کہ اگر کوئی بغیر ٹوپی کے نماز پڑھ رہا ہے تو اسے ایسی نظروں سے دیکھتے ہیں جیسے اس نے کوئی حرام کام انجام دے دیا ہو، بعضے حضرات نے ٹوپی کو صرف نماز کے ساتھ خاص کر دیا اور دیگر اوقات میں ٹوپی کے شرعی حکم ہونے کا انکار کر دیا، بعض علاقوں میں نماز میں امام کے لیے عمامے کو ضروری سمجھ لیا گیا اور بعض جگہ علماء کے لیے ضروری سمجھ لیا گیا؛ ورنہ نماز یا بزرگی میں نقص قرار دیتے ہیں؛ جب کہ صحیح بات یہ ہے کہ نماز اور غیر نماز ہر حالت میں ٹوپی یا عمامہ سے سر ڈھانپنا سنت ہے؛ نیز سر ڈھانپنے کے لیے ٹوپی پہننا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے کہ عمامے کے بغیر بھی ٹوپی پہنی جا سکتی ہے؛ ننگے سر رہنا خلافِ سنت ہے؛ بلکہ مزاجِ شرعی بھی کے خلاف ہے۔

بعض حضرات نے صرف مخصوص مسلک کی مخالفت اور اپنے مسلک کے تعارف؛ بلکہ اپنے مسلک کے شعائر میں ننگے سر رہنا بھی شامل کر لیا ہے اور دیگر مسائل میں سنیت کی بنیاد پر ایک محاذ جنگ قائم کئے ہوئے ہیں، ملکی حالات، ملّی پریشانیاں، ایمانی تنزلی، ارتداد کا سیلاب و دشمن طاقتوں کا اتحاد، سب کے صرفِ نظر، مخصوص جزوی مسائل ہی پوری محنت کا میدان بن گئے ہیں، مخالفت میں شدت و جہالت کا اندازہ اس سے کیا جائے کہ جیب سے

ٹوپی نکال کر سجدہ کی جگہ پھینک دیا جاتا ہے اور ننگے سر نماز ادا کی جاتی ہے۔

مسلمانوں میں ٹوپی کے غیر اہم ہونے کو اس بات سے سمجھا جا سکتا ہے کہ جمعہ وغیرہ میں کپڑے دولہے کی طرح پہنیں گے؛ مگر ٹوپی فقیروں اور محتاجوں کی ہوگی، بعض کے لیے تو ٹوپی حمالیہ پہاڑ سے زیادہ وزنی لگتی ہے، بڑی مشکل سے نماز میں سر پر اٹھا لیا تو غنیمت! نماز کے فوری بعد لپیٹ کر جیب کے حوالہ کر دیا جاتا ہے، کہیں تو مخصوص قسم کی ٹوپی ہی اپنے مسلک کا پتہ بتاتی ہے، ٹوپی اڈرس کی جگہ استعمال ہونے لگی ہے اہل اسلام سے تعلقات ان کے اسلام کے بجائے اس کی ٹوپی دیکھ کر کی جاتی ہے۔

اس رسالہ میں دلائل کی روشنی میں معتدل نقطۂ نظر پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے، رسالہ کی ترتیب میں ذی استعداد عزیزم مفتی ذکی الدین حسامی صاحب سلّمہ، استاذ دار العلوم رشیدیہ حیدرآباد کا بھی کافی تعاون رہا، اللہ سے دعا ہے کہ اللہ قبولیت بخشے، اور معتدل نقطۂ نظر نصیب فرمائے۔ (آمین)

احمد اللہ نثار قاسمی
خادم درالعلوم رشیدیہ حیدرآباد
وارد حال مدینہ منورہ، مسجد نبوی
قبل نمازِ جمعہ 12/8/2022ء
۱۳/محرم الحرام/۱۴۴۴ھ

عمامے کے بغیر صرف ٹوپی کا ثبوت

یہ بات تو ظاہر ہے کہ عمامہ افضل ہے؛ مگر عمامہ باندھے بغیر صرف ٹوپی پہننا بھی ثابت من السنۃ اور طریقۂ مسلمین ہے، یہ عمل خلاف سنت نہیں ہے۔

ٹوپی کے ثبوت کے دلائل

(۱) ایک حدیث میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

> رَأَيْتُ النَّبِيَّ -صلی اللہ علیہ وسلم- حِينَ افْتَتَحَ الصَّلاَةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِيَالَ أُذُنَيْهِ - قَالَ - ثُمَّ أَتَيْتُهُمْ فَرَأَيْتُهُمْ يَرْفَعُونَ أَيْدِيَهُمْ إِلَى صُدُورِهِمْ فِي افْتِتَاحِ الصَّلاَةِ وَعَلَيْهِمْ بَرَانِسُ وَأَكْسِيَةٌ (۱)

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ جس وقت آپ نے نماز شروع فرمائی تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے کانوں کی لو تک اٹھائے۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں دوسری مرتبہ (نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خدمت میں) حاضر ہوا تو میں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ نماز شروع کرتے وقت (سردی کی وجہ سے) اپنے ہاتھ اپنے سینوں تک اٹھائے ہوئے تھے اور ان کے سروں پر اس وقت لمبی ٹوپیاں تھی اور انہوں نے چادریں اوڑھ رکھی تھی۔

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کی تخریج کی اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا۔(۲)

---

(۱) سنن ابی داؤد، رقم الحدیث ۷۲۸: کتاب الصلوۃ

(۲) صحیح ابو داؤد للناصر الدین البانی، ۳/ ۳۱۷ و۳۱۸، کتاب الصلوۃ، باب افتتاح الصلوۃ، تحت حدیث رقم ۷۱۸ :

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ٹوپی پہن کر بھی نماز پڑھا کرتے تھے، جس طرح سے عمامہ پہن کر نماز پڑھتے تھے، اور یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ بغیر عمامے کے صرف ٹوپی پہننا بھی شریعتِ اسلام میں ثابت ہے؛ کیوں کہ عمامہ کے ساتھ اور بغیر عمامے کے صرف ٹوپی پہننا دونوں سنت طریقے ہیں، کوئی بھی عمل خلاف سنت نہیں ہے۔

نوٹ: عربی زبان میں ٹوپی کے لیے برانس اور قلانس دونوں مستعمل ہیں۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک سائل کے سوال پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب روایت کرتے ہیں:

لَا يَلْبَسُ الْقُمُصَ وَلَا الْعَمَائِمَ وَلَا السَّرَاوِيلَاتِ وَلَا الْبَرَانِسَ وَلَا الْخِفَافَ(۱)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ نہ قمیص پہن سکتا ہے، نہ عمامہ پہن سکتا ہے، نہ شلواریں پہن سکتا ہے، نہ ٹوپیاں پہن سکتا ہے اور نہ موزے پہن سکتا ہے۔

ٹوپی اور عمامے کا الگ الگ تذکرہ کرنا، اس بات کی دلیل ہے کہ عمامہ کے بغیر صرف ٹوپی بھی مدنی معاشرے میں پہنی جاتی تھی، نیز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ٹوپی بھی پہنتے تھے تبھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احرام کی حالت میں ٹوپی اور عمامہ وغیرہ پہننے سے منع فرمایا۔

(۳) حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں:

كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُونَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِي كُمِّهِ(۲)

---

(۱) بخاری ۴/۳۵، رقم الحدیث ۱۵۴۲:

(۲) بخاری ۱/۳۹۶، کتاب الصلوۃ، باب السجود علی الثوب فی شدۃ الحر

گرمی کی شدت کی وجہ سے صحابہ؄ اور تابعین؏ عمامے یا ٹوپی وغیرہ پر سجدہ کرتے تھے؛ تاکہ پیشانی اور زمین کے درمیان کپڑا حائل ہوگا تو گرمی زیادہ محسوس نہیں ہوگی، یہاں یہ بات واضح ہو کہ بعض صحابہ؄ ٹوپی پہنا کرتے تھے اور بعض حضرات عمامہ پہنتے تھے؛ ورنہ اگر صرف عمامہ کا ہی رواج ہوتا اور ٹوپی کا نہ ہوتا تو ٹوپی کا ذکر عبث ہوتا۔

(۴) صحابہ کرام؏ ٹوپیوں میں بھی نماز پڑھا کرتے تھے، جس طرح عمامے میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ صحابہ کرام کا یہ عمل بلاشبہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہی تھا، حضرت مغیرہ، حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام؄ کشادہ آستین والا جبہ، چادر اور ٹوپیوں میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

كَانُوا يُصَلُّونَ فِي مَسَاتِقِهِمْ وَبَرَانِسِهِمْ وَطَيَالِسِهِمْ
مَا يُخْرِجُونَ أَيْدِيَهُمْ مِنْهَا (۱)

روایت میں مذکور لفظِ " کانوا " سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ صحابۂ کرام؄ کا ٹوپی پہننا کوئی اتفاقی امر نہیں تھا؛ بلکہ امرِ معتاد کے درجہ میں تھا۔

مذکورہ سند کے اعتبار سے یہ روایت صحیح ہے، یہی حدیث السنن الکبریٰ للبیہقی میں بھی مذکور ہے۔ (۲) حضرت ابراہیم نخعی؏ کی اس روایت کو علامہ ابن رجب؏ نے بھی فتح الباری میں ذکر کیا ہے۔ (۳)

(۵) حضرت ابوقِرصافہ؄ فرماتے ہیں:

كَسَانِي رَسُولُ اللهِ ﷺ بُرْنُسًا وَقَالَ: الْبَسْهُ (۴)

---

(۱) مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث ۱۵۷۱: کتاب الصلاۃ

(۲) السنن الکبریٰ للبیہقی، رقم الحدیث ۲۶۷۴: کتاب الصلاۃ

(۳) فتح الباری لابن رجب، ۳/ ۳۰، کتاب الصلاۃ

(۴) معجم کبیر طبرانی ۳/ ۱۹، رقم الحدیث ۲۵۲۰:

یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے ایک صحابی کو اپنے ہاتھ سے ٹوپی پہنائی اور فرمایا کہ اسے پہن لو؛ لہذا جس طرح ٹوپی پہننا سنت سے ثابت ہے، اسی طرح دوسروں کو اپنے ہاتھ سے ٹوپی پہنانا بھی سنت سے ثابت ہے اور یہ ٹوپی کی مشروعیت وجواز کی دلیل ہے۔

مذکورہ حدیث کی سند:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ قُتَيْبَةَ، ثنا أَيُّوبُ، ثنا زِيَادٌ، عَنْ عَزَّةَ بِنْتِ عِيَاضٍ، قَالَتْ: سَمِعْتُ أَبَا قِرْصَافَةَ

اس سند کے متعلق علامہ ہیثمیؒ فرماتے ہیں:

وفيه جماعة لم اعرفهم (۱)

لیکن امام طبرانیؒ نے ایک اور حدیث اسی سند سے مکمل ناموں کے ساتھ مندرجہ ذیل طریقے پر روایت کی ہے:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ قُتَيْبَةَ الْعَسْقَلَانِيُّ، ثنا أَيُّوبُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ الْهَيْصَمِ، ثنا زِيَادُ بْنُ سَيَّارٍ، حَدَّثَتْنِي عَزَّةُ بِنْتُ عِيَاضِ بْنِ أَبِي قِرْصَافَةَ، قَالَتْ: سَمِعْتُ جَدِّي أَبَا قِرْصَافَةَ صَاحِبَ رَسُولِ اللهِ ﷺ (۲)

لہذا مندرجہ بالا حدیث سند کے اعتبار سے درست ہے۔

(۶) حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انسؓ کے ٹوپی پہننے کو بیان کرتے ہیں:

وَقَالَ لِي مُسَدَّدٌ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ

---

(۱) مجمع الزوائد، باب البرانس، تحت رقم الحدیث ۸۵۴۶:

(۲) معجم کبیر طبرانی ۳/۱۷، رقم الحدیث ۲۵۱۳ :

رَأَيْتُ عَلَى أَنَسٍ بُرْنُسًا أَصْفَرَ مِنْ خَزٍّ (۱)

حضرت معتمرؒ کے والد ماجد نے حضرت انسؓ کو زرد رنگ کی اونی (گرم) لمبی ٹوپی پہنے ہوئے دیکھا۔

(۷) حضرت نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ٹوپی پہننے کا تذکرہ فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ كَانَ إِذَا مَسَحَ رَأْسَهُ رَفَعَ الْقَلَنْسُوَةَ وَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ. (۲)

"کان" سے ابن عمر رضی اللہ عنہما کی مواظبت ثابت ہو رہی ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ٹوپی پہننا سنتِ صحابہ ہے، جوکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع ہی ہے۔

(۸) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ٹوپی گم ہو جانے کا تذکرہ:

أَنَّ خَالِدَ بْنَ الْوَلِيدِ فَقَدَ قَلَنْسُوَةً لَهُ يَوْمَ الْيَرْمُوكِ، فَقَالَ: اطْلُبُوهَا فَلَمْ يَجِدُوها، فَقَالَ: اطْلُبُوهَا، فَوَجَدُوهَا فَإِذَا هِيَ قَلَنْسُوَةٌ خَلَقَةٌ، فَقَالَ خَالِدٌ: اعْتَمَرَ رَسُولُ اللهِ ﷺ فَحَلَقَ رَأْسَهُ، فَابْتَدَرَ النَّاسُ جَوَانِبَ شَعْرِهِ، فَسَبَقْتُهُمْ إِلَى نَاصِيَتِهِ فَجَعَلْتُهَا فِي هَذِهِ الْقَلَنْسُوَةِ، فَلَمْ أَشْهَدْ قِتَالًا وَهِيَ مَعِي إِلَّا رُزِقْتُ النَّصْرَ (۳)

قال الهيثمي: رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ، وَأَبُو يَعْلَى بِنَحْوِهِ، وَ

---

(۱) بخاری، رقم الحدیث ۵۸۰۲:، ۱۴/ ۴۷۸

(۲) سنن الدارقطنی، رقم الحدیث ۳۷۶: کتاب الصلوۃ

(۳) معجم کبیر طبرانی، رقم الحدیث ۳۸۰۴

رِجَالُهُمَا رِجَالُ الصَّحِيحِ (۱)

یہی مضمون (مستدرکِ حاکم، رقم الحدیث ۵۲۹۹:) (دلائل النبوۃ للبیہقی ۶/ ۲۴۹) وغیرہ میں بھی ہے۔

حضرت خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں کو ٹوپی میں لگانا یہ اشارہ ہے کہ ٹوپی کوئی نئی اور بعد کے دور کی ایجاد کردہ چیز نہیں ہے؛ بلکہ دورِ نبوت سے ہی استعمال ہونے والی چیز ہے۔

(۹) حضرت ابراہیم بن ابی عَبلہ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

عَنْ إبراهيم بْن أَبِي عَبلَة، أَنه رأَى مِن أصحابِ النَّبِيِّ ﷺ عَبدَاللهِ بْن عَمرو، أو عَمرو بْن عَبدِاللهِ بْن أُم حَرام، وواثِلَة بن الأَسقع، رضى الله عَنهما، يلبسون البَرانِس. (۲)

ترجمہ : حضرت ابراہیم بن ابی عبلہ رحمہ اللہ (تابعی) نے اصحابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو یا عمرو بن عبداللہ بن ام حرام اور حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہما کو ٹوپی پہنے دیکھا۔

(۱۰) حضرت ہلال بن یساف رحمہ اللہ حضرت وابصۃ بن معبد رضی اللہ عنہ کا عمل نقل کرتے ہیں:

فَدَفَعْنَا إِلَى وَابِصَةَ قُلْتُ لِصَاحِبِي نَبْدَأُ فَنَنْظُرُ إِلَى دَلِّهِ فَإِذَا عَلَيْهِ قَلَنْسُوَةٌ لَاطِئَةٌ ذَاتُ أُذُنَيْنِ وَبُرْنُس

---

(۱) مجمع الزوائد، ۹/ ۳۴۹، رقم الحدیث ۱۵۸۸۲:

(۲) التاریخ الکبیر للبخاری، رقم الحدیث ۲۴۸۱: ۶/ ۳۰۶

خَزٍّ أَغْبَرُ وَإِذَا هُوَ مُعْتَمِدٌ عَلَى عَصًا فِي صَلاَتِهِ(۱)

یعنی حضرت وابصہ بن معبد رض سر کے ساتھ جڑی ہوئی، کانوں والی ٹوپی اور اونی مٹیالے رنگ کی برنس پہنے ہوئے تھے۔

(۱۱) علامہ عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

> ولا یکرہ الاکتفاء بالقلنسوۃ، ولا عبرۃ لما اشتھر بین العوام من کراھۃ ذلک، وکذا ما اشتھر ان المؤتم لو کان متعمما بعمامۃ والامام مکتفیا علی قلنسوۃ یکرہ(۲)
>
> ترجمہ: اور ٹوپی پر اکتفاء کرنا مکروہ نہیں ہے اور عوام میں جو عمامہ کے بغیر ٹوپی پہننے کے مکروہ ہونے کی بات مشہور ہے، وہ نا قابل اعتبار ہے اور اسی طرح جو عوام میں یہ بات مشہور ہے کہ مقتدی اگر عمامہ باندھے ہوئے ہو اور امام ٹوپی پر اکتفاء کئے ہوئے ہو تو مکروہ ہے، یہ نا قابل اعتبار بات ہے۔

ان تمام روایات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ٹوپی پہننا، نہ صرف جائز و مشروع ہے؛ بلکہ سنتِ رسول ہے۔ ہاں عمامہ افضل ہے، عمامے کی افضلیت کا انکار نہیں، وہ بھی سنتِ رسول ہے؛ مگر افراط و تفریط سے بھی کام نہ لیا جاوے کہ عمامہ باندھ کر ہی نماز پڑھانا یا عمامہ باندھ کر نماز پڑھانے سے ہی اجر میں زیادتی ہوگی، یہ غلط اور خود ساختہ خیال ہے، جس کی اصل شرع میں موجود نہیں ہے، اس طرزِ عمل سے بچنا ضروری ہے، جس میں آج ہم لوگ مبتلاء

---

(۱) ابوداؤد، رقم الحدیث ۹۴۹: کتاب الصلاۃ

(۲) عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ ۱/۱۹۸

ہیں؛ کیوں کہ عمامے کے بغیر صرف ٹوپی پر اکتفاء کرنا بھی مسنون ہے۔

نماز میں عمامہ کے فضائل والی روایات کا جائزہ

یہاں نماز میں عمامہ کے فضائل کے متعلق روایات پیش کیے جا رہے ہیں، جو عوام میں مشہور ہے؛ حالاں کہ یہ روایات موضوع ہیں، ذیل میں ان روایات کے متعلق محدثین کا حکم بیان کیا جاتا ہے، ملاحظہ ہو:

(۱) امام ملا علی قاریؒ متوفی ۱۰۱۴: ھ لکھتے ہیں:

> صَلَاةٌ بِعِمَامَةٍ تَعْدِلُ خَمْسًا وَعِشْرين صَلَاة وجمعة بعمامة تَعْدِلُ سَبْعِينَ جُمُعَةً وَالصَّلَاةُ فِي الْعِمَامَةِ بِعَشَرَةِ آلَافِ حَسَنَةٍ // قَالَ المنوفى فَذَلِكَ كُله بَاطِل۔ (۱)

(۲) امام محمد عبد الرؤوف مناویؒ متوفی: ۱۰۳۱ھ لکھتے ہیں:

> السنة أن المصطفى ﷺ كان لا يصلى الجمعة إلا بعمامة حتى ذكر التقى بن فهد أنه كان إذا لم يجدها وصل خرقا بعضها ببعض ثم اعتم بها.
> (ابن عساكر) فى التاريخ (عن ابن عمر) بن الخطاب وعزاه ابن حجر إلى الديلمى عن ابن عمر أيضا ثم قال: إنه موضوع(۲)

---

(۱) الموضوعات الکبری لملا علی قاری ۱/ ۲۳۲، مؤسسة الرسالہ، بیروت

(۲) فیض القدیر ۴/ ۲۲۵، المکتبة التجاریة الکبری، المصر

(۳) نیز آپ ؒ لکھتے ہیں:

رَكْعَتَانِ بِعِمَامَةٍ خَيْرٌ مِنْ سَبْعِينَ رَكْعَةً بِلا عمامة...قال النسائی :لیس بقوی عن محمد بن عجلان ذکرہ البخاری فی الضعفاء وقال الحاکم : سیء الحفظ ومن ثم قال السخاوی: هذا الحدیث لا یثبت(۱)

محدثین کا ان روایات کو موضوع قرار دینے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عوام میں یہ جو مشہور ہے کہ عمامہ کے ساتھ والی نماز کا ثواب غیر عمامہ والی نماز سے ۲۵؍ گنا زیادہ ہے یا یہ کہ ۷۰؍ رکعات سے بہتر ہے یا یہ کہ عمامہ والی نماز سے ۱۰؍ ہزار نیکیاں ملتی ہیں، یہ سب روایات موضوع اور من گھڑت ہے، جس کی کوئی اصل نہیں ہیں۔

کیا سر ڈھانکنا اہل عرب کی ثقافت ہے؟ یعنی شریعت سے اسکا کوئی تعلق نہیں ہے؟

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ عمامہ باندھنا یا ٹوپی پہننا محض اہل عرب کی ثقافت اور طریقہ ہے، اسلام اور شریعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے؛ لہذا جب اسلام سے اس کا تعلق نہیں ہے تو غیر عرب کو عمامہ یا ٹوپی کا اہتمام کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے، ایسی سوچ والے حضرات دلیل میں ان روایات کو پیش کرتے ہیں، جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عمامہ اہلِ عرب کے تاج ہیں، جب کہ ان روایات کو محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے، روایات اور اس کا حکم درجِ ذیل ہیں:

---

(۱) فیض القدیر ۴؍ ۳۷، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، المصر

علامہ شمس الدین ابوالخیر محمد بن عبد الرحمن سخاوی ؒ متوفی ۹۰۲: ھ لکھتے ہیں:

> حَدِیث:الْعَمَائِمُ تِیجَانُ الْعَرَبِ.....العمائم تیجان العرب والحبوة حیطان العرب و الاضطجاع فی المساجد رباط المؤمنین.....فإذا وضعوها وضعوا عزهم.....العمائم وقار المؤمن وعز العرب فإذا وضعت العرب عمائمها فقد خلعت عزها.....واعتموا تزدادوا حلما، وفی الباب مما یشبهه بلفظ:تعمموا تزدادوا حلما، والعمائم تیجان العرب وکله ضعیف (۱)

امام محمد طاہر بن علی ہندی فتنی ؒ متوفی ۹۸۶: ھ لکھتے ہیں:

> العمائم تیجان الْعَرَب «زَاد الدیلمی » و الاحتباء حیطانها وَجُلُوس الْمُؤمن فِی الْمَسْجِد رِبَاطُهُ « وَأخرج الْبَیْهَقِیّ مَعْنَاهُ من قَول الزُّهْرِیّ وَفِی الْبَاب مَا یُشبههُ وَکله ضَعِیف نَحْو »عَلَیْکُم بالعمائم فَإِنَّهَا سِیمَا الْمَلَائِکَة وارخوها خلف ظهورکم (۲)

امام محمد بن محمد درویش شافعی ؒ متوفی: ۱۲۷۷ھ لکھتے ہیں:

---

(۱) المقاصد الحسنۃ ۱/ ۴۶۵ و ۴۶۶، حرف العین المہملۃ، دار الکتاب العربی، بیروت

(۲) تذکرۃ الموضوعات للفتنی ۱/ ۱۵۵، باب اللباس، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ

حَدِیث :"العمائم تیجان الُعَرَب". طرقه کلهَا
ضَعِیفَة (۱)

ان روایات اور اس پر محدثین کے مذکورہ حکم سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ روایتیں ضعیف ہیں؛ لہذا ان کی بنیاد پر عمامہ کو اہلِ عرب کے لیے خاص کر دینا درست نہیں ہے۔

نیز عمامہ کا تعلق آپ ﷺ سے اور اسلام سے ہے اور یہ مسلمانوں کے شعار کا حصہ ہے، چنان چہ حضرت جابرؓ سے مروی ہیں:

"دَخَلَ رَسُولُ الله - ﷺ - یَوم فتح مَکَّةَ وَعَلَی رَأْسِهِ
عِمَامَة سودَاءُ" صحیحٌ. (۲)

علامہ بدرالدین عینی حنفیؒ لکھتے ہیں:

عَن الزبیر ابْن جوان عَن رجل من الْأَنْصَار قَالَ :
جَاءَ رجل إِلَی ابْن عمر فَقَالَ: یَا أَبَا عبد الرَّحْمَن؟
الْعِمَامَة سنة؟ فَقَالَ: نعم، قَالَ رَسُول الله ﷺ
لعبد الرَّحْمَن بن عَوْف: إذهب فاسدل عَلَیْك
ثِیَابك وألبس سِلَاحك، فَفعل ثمَّ أَتَی النَّبِی ﷺ
فَقبض مَا سدل بِنَفسِهِ ثمَّ عممه فسدل من بَین
یَدَیْهِ وَمن خَلفه (۳)

نیز آپؒ لکھتے ہیں:

---

(۱) اسنی المطالب فی احادیث مختلفۃ المراتب ۱/ ۱۹۲، حدیث ۹۴۲: حرف العین، دار الکتب العلمیہ، بیروت

(۲) المسالک فی شرح مؤطا مالک ۷/ ۳۰۶، کتاب الجامع، ماجاء فی لبس الصوف، دار الغرب الاسلامی

(۳) عمدۃ القاری ۲۱/ ۳۰۷، باب العمائم

عَن عبد الرَّحْمَن بن عدی البھرانی عَن أَخِیه عبد الْأَعْلَی بن عدی :أَن رَسُول اللهﷺ دَعَا عَلیّ بن أبی طَالب رَضِی الله عَنهُ یَوْم غَد یرخم فعممه وأرخی عذبة الْعِمَامَة من خَلفه. ثمَّ قَالَ :هَکَذَا فاعتموا، فَإِن العمائم سیماء الْإِسْلَام، وَهِی الحاجز بَین الْمُسلمین وَالْمُشْرِکین(۱)

علامہ محمد بن علی شوکانیؒ عمامہ سے متعلق کچھ احدیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

(والحدیث) یدل علی استحباب لبس العمامة وقد أخرج الترمذی وأبو داود والبیهقی (۲)

احادیث کی روشنی میں عمامہ باندھنے کو مستحب کہنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عمامہ کا تعلق صرف عرب سے نہیں ہے؛ بلکہ عمامہ کا تعلق آپ ﷺ اور اسلام سے ہے؛ تبھی تو آپ ﷺ کا عمامہ اختیار کرنے کی وجہ سے عمامہ کو مستحب قرار دیا گیا۔

امام محمد منیر دمشقیؒ نیل الاوطار کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

والأحادیث بمجموعها تفید مشروعیة سدل العمامة بین الکتفین وتسمی ذؤبة وعذبة کما جاء التصریح بذلك فی غیر حدیث وما أحسن العمة وأکملها وهی من عادات العرب قدیما

---

(۱) عمدۃ القاری ۲۱/ ۳۰۸، باب العمائم

(۲) نیل الاوطار ۲/ ۱۰۵، تابع کتاب الصلوۃ، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ

> وسنن الأنبياء وقد جاء الشرع بتقريرها وقد ورد الترغيب فيها كما سيأتى للشارح بعد نقل ما رواه الطبرانى فى الأوسط عن ابن عمر (أن النبى صلى الله عليه وآله وسلم عمم عبد الرحمن بن عوف فأرسل من خلفه أربع أصابع أو نحوها قال هكذا فاعتم فإنه أعرب وأحسن) وحسنه السيوطى وهو يفيد السنية ولقد طمس على بصائر أقوام ممن أضلهم الله وأعمى قلوبهم وتخبطوا فى ظلمات الجهل فعدلوا عن العمامة التى هى تيجان العرب وشعار المسلمين إلى أزياء الكفار وعادات الأعداء وشعار الإفرنج(۱)

امام عبدالقادر بن محمد اسکندرانیؒ متوفی ۱۳۶۲ھ لکھتے ہیں:

> فإن العمامة سنة من سنن الإسلام. وقد جاء فى التعمم أحاديث كثيرة(۲)

اس میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ عمامہ کا تعلق شریعتِ اسلام سے ہے، نیز احادیث کی روشنی میں یہ بات بھی بتائی گئی کہ عمامہ انبیائے کرام علیہم السلام اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے، عمامہ مسلمانوں کا شعار ہے، اسی طرح عمامہ کا ایک فائدہ یہ کہ عمامہ سے مسلمان اور کفار وانگریزوں

---

(۱) تعلیقات علی نیل الاوطار ۲/ ۱۰۵، تابع کتاب الصلوۃ، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ

(۲) مجلۃ الحقائق الدمشقیہ ۲۳/ ۱۷، العمامۃ فی الاسلام

کے درمیان امتیاز ہوتا ہے۔

فرشتوں کا عمامہ باندھنا

مختلف روایات میں فرشتوں کے عمامہ باندھنے کا تذکرہ کیا گیا ہے، ان روایات میں یہ بات ذکر کی گئی ہے کہ فرشتہ مختلف جنگوں میں مختلف رنگوں کے عمامہ باندھے ہوئے جنگ میں حاضر ہوئے تھے، بالخصوص حضرت جبرئیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عمامہ باندھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کا ذکر بھی ملتا ہے، روایات ملاحظہ ہو:

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں:

> رَأَيْتُ رَجُلًا يَوْمَ الْخَنْدَقِ عَلَى صُورَةِ دِحْيَةَ بْنِ خَلِيفَةَ الْكَلْبِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى دَابَّةٍ يُنَاجِي رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ وَعَلَى رَأْسِهِ عِمَامَةٌ قَدْ أَسْدَلَهَا عَلَيْهِ فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: »فَإِنَّ ذٰلِكَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَمَرَنِي أَنْ أَخْرُجَ إِلَى بَنِي قُرَيْظَةَ« (۱)

امام حاکمؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام حاکم لکھتے ہیں:

> هَذَا حَدِيثٌ صَحِيحُ الْإِسْنَادِ وَلَمْ يُخَرِّجَاهُ (۲)

علامہ ذہبیؒ نے بھی اس کو صَحِيحٌ کہا ہے۔ (حوالہ سابقہ)

(شعب الایمان ۸/ ۲۹۲، حدیث: ۵۸۴۶، مکتبۃ الرشد) میں بھی اس کا تذکرہ ہے۔

---

(۱) مستدرکِ حاکم ۴/ ۲۱۴، حدیث ۷۴۱۲:، دار الکتب العلمیہ، بیروت

(۲) حوالہ سابقہ

الطبقات الکبری میں ان الفاظ کے ساتھ روایت مروی ہے:

> أخبرنا الفضل بن دكين، أخبرنا عبد العزيز بن أبي سلمة أخبرني عمي الماجشون قال: جاء جبريل، عليه السلام، إلى رسول الله، ﷺ، يوم الأحزاب على فرس عليه عمامة سوداء قد أرخاها بين كتفيه(۱)

حضرت عائشہؓ ایک دوسری روایت میں اس طرح فرماتی ہیں:

> عَنْ عَائِشَةَ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَجُلًا أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بِرْذَوْنٍ عَلَيْهِ عِمَامَةٌ قَدْ أَرْخَى طَرَفَهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ فَسَأَلْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: رَأَيْتِهِ ذَاكَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ (۲)

(مسند احمد ۴۲/ ۷۸، حدیث: ۲۵۱۵۴ اور ۴۲/ ۱۰۴، حدیث: ۲۵۱۸۶، مؤسسۃ الرسالۃ) میں بھی یہی مضمون ہے، اگر چہ اس کی سند میں ایک راوی ضعیف ہے؛ لیکن مذکورہ مستدرکِ حاکم کی صحیح روایت سے اس کی تائید ہو جاتی ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے بھی عمامہ باندھا ہے۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۶/ ۳۴۲، حدیث: ۱۸۶۱۵)

حضرت عائشہ اور حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہما کی روایات میں حضرت جبرئیلؑ کا سرخ اور سیاہ عمامہ باندھنے کا تذکرہ ہے:

> عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: رَأَيْتُ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

---

(۱) الطبقات الکبری لابن سعد ۲/ ۷۶، دار صادر، بیروت

(۲) مستدرکِ حاکم ۴/ ۲۱۵، حدیث ۷۴۱۳: ، دار الکتب العلمیہ، بیروت

عَلَيْهِ عِمَامَةٌ حَمْرَاءُ، يُرْخِيهَا بَيْنَ كَتِفَيْهِ(۱)

عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ: أَنَّ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَزَلَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَعَلَيْهِ عِمَامَةٌ سَوْدَاءُ، قَدْ أَرْخَى ذُؤَابَتَيْهِ مِنْ وَرَائِهِ(۲)

حضرت عباد بن عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ بَالَوَيْهِ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ النَّضْرِ الْأَزْدِيُّ، ثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو، عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْفَزَارِيِّ، عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ، عَنْ عَبَّادِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ: كَانَتْ عَلَى الزُّبَيْرِ بْنِ الْعَوَّامِ يَوْمَ بَدْرٍ عِمَامَةٌ صَفْرَاءُ مُعْتَجِرٌ بِهَا، فَنَزَلَتِ الْمَلَائِكَةُ عَلَيْهِمْ عَمَائِمُ صُفْرٌ(۳)

یہی بات (المعجم الکبیر للطبرانی ۱/۲۱۹، حدیث ۵۱۹:)، (مصنف ابن ابی شیبہ ۶/۴۳۷، حدیث ۳۲۷۲۴:) (عمدۃ القاری ۱۷/۷۷) میں بھی مذکور ہے۔

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بن دَاوُدَ الْمَكِّيُّ، حَدَّثَنَا حَمْزَةُ بن عُبَيْدِ اللَّهِ الثَّقَفِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بن حَبِيبٍ، عَنْ عَطَاءِ بن أَبِي رَبَاحٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ

---

(۱) المعجم الاوسط ۵/۳۸۰، حدیث ۵۶۲۰:، دارالحرمین، قاہرہ

(۲) مسندالرویانی ۱/۳۷۲، حدیث ۵۶۹:، مؤسسۃ قرطبۃ

(۳) مستدرکِ حاکم ۳/۴۰۷، حدیث ۵۵۵۴:

رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي قَوْلِهِ "مُسَوِّمِينَ"[آل عمران آیة 125]، قَالَ: مُعَلَّمِينَ، وَكَانَتْ سِيمَاءُ الْمَلائِكَةِ يَوْمَ بَدْرٍ عمائمَ سُودٍ، وَيَوْمَ احدٍ عمائمَ حُمْرٍ. (۱)

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بن عُثْمَانَ بن أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بن أَبِي مَالِكٍ الْجَنْبِيُّ، حَدَّثَنَا أَبِي، عَنِ الْحَجَّاجِ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: كَانَ سِيمَاءُ الْمَلائِكَةِ يَوْمَ بَدْرٍ عمائمَ بِيضٍ قَدْ أَرْسَلُوها إِلَى ظُهُورِهِمْ، وَيَوْمَ حُنَيْنٍ عمائمَ حُمْرٍ، وَلَمْ يُقَاتِلِ الْمَلائِكَةُ فِي يَوْمٍ الا يَوْمَ بَدْرٍ إِنَّمَا كَانُوا يَكُونُونَ عِدَدًا ومَدَدًا لا يَضْرِبُونَ. (۲)

حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں:

كَانَتْ عِمَامَةُ جِبْرِيلَ يَوْمَ غَرِقَ فِرْعَوْنُ سَوْدَاءَ (۳)

ان مختلف روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے بھی عمامہ باندھتے تھے، اب فرشتے اہلِ عرب کے باشندے تو تھے نہیں کہ عرب کی ثقافت کا خیال کرتے ہوئے عمامہ باندھنے کا اہتمام کرے، پس یہی ماننا ہوگا کہ عمامہ کا تعلق اسلامی مزاج سے ہے، نہ کہ محض اہل عرب سے؛ کیوں کہ فرشتے وہی کام کرتے ہیں جو اللہ کو پسند ہو۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فتحِ مکہ کے موقع پر عمامہ باندھنا، اسی طرح اپنے صحابی عبد الرحمن بن

---

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی ۹/ ۳۹۵، حدیث ۱۱۳۰۷:

(۲) المعجم الکبیر للطبرانی ۱۰/ ۸۲، حدیث ۱۱۹۱۷:

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ ۵/ ۱۷۸، حدیث ۲۴۹۶۱ : مکتبۃ الرشد، الریاض

عوف ؓ کو جہاد پر روانہ کرتے وقت عمامہ باندھنا اور تعریف کرنا اور اللہ کے لیے جہاد کرنے کے لیے فرمانا اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عمامہ کا تعلق اسلام سے ہے (مستدرکِ حاکم، ح ۸۶۲۳:)، اسی طرح آپ ﷺ کا اپنے صحابی کو عمامہ باندھنے سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ عمامہ اب عرب کی ثقافت نہیں ہے؛ بلکہ اسلامی مزاج ہے؛ کیوں کہ عرب کی ثقافت کی وجہ سے عمامہ باندھنا مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ یہ جنگ اللہ کے لیے نہیں؛ بلکہ عرب کی آپسی جنگ تھی، جس میں عرب کی شان بتائی جا رہی ہو، جب کہ ایسا نہیں ہے؛ کیوں کہ جہاد اللہ کے لیے لڑی جاتی ہے تو اس میں لباس بھی وہی اختیار کیا جائے گا جو اللہ کو پسند ہے۔

اور اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اہل عرب کا طریقہ تھا تو جب آپ ﷺ نے اس کو اختیار کرلیا اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اہتمام سے آپ ﷺ کے عمامہ باندھنے کا تذکرہ کیا تو اب عمامہ باندھنا سنت ہوگیا، اب یہ نہیں کہا جائے گا کہ عمامہ عرب کی ثقافت ہے؛ بلکہ یہ کہا جائے گا عمامہ آپ ﷺ کی سنت ہے۔

عمامہ و ٹوپی نماز کی سنت ہے یا زندگی کی؟

جب آپ ﷺ سے عمامہ و ٹوپی پہننا ثابت ہے اور عمامہ و ٹوپی کا تعلق اسلامی مزاج سے ہے تو اب سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ کی یہ سنت، سنن ھدی میں سے ہے یا سنن زوائد و عادات میں سے ہے، احادیث و فقہی عبارات کا جائزہ سے یہ بات معلوم ہوتی کہ عمامہ و ٹوپی پہننا سنن زوائد و عادات میں سے ہے یعنی ایک جائز امر ہے، اب اگر عمامہ وغیرہ پہننے والا آپ ﷺ کی اتباع کی نیت سے پہنے تو ثواب ملے گا؛ ورنہ نہ ثواب ملے گا اور نہ گناہ، اور جب اتباع کی نیت ہوگی تب نیت کی وجہ سے یہ امرِ جواز مستحب بن جائے گا، یہ نماز کے حالات کے علاوہ کا حکم ہے؛ رہا نماز میں تو عمامہ یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا مستحب ہے؛ کیوں کہ آپ ﷺ سے ننگے سر نماز ثابت نہیں ہے، نیز اللہ نے قرآن میں نماز کے وقت زینت اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، اور جس طریقہ و ہیئت کو آپ ﷺ نے اپنایا ہو وہی زینت کا اعلی معیار

ہے؛ چنان چہ آپ ﷺ نے ننگے سر کے بجائے سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کا اہتمام فرمایا؛ لہذا سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا ہی مستحب ہے، عبارات ملاحظہ ہو:

علامہ ابن عابدین شامیؒ متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

> وَالسُّنَّةُ نَوْعَانِ :سُنَّةُ الْهُدٰى، وَتَرْكُهَا يُوجِبُ إِسَاءَةً وَكَرَاهِيَةً كَالْجَمَاعَةِ وَالْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَنَحْوِهَا. وَسُنَّةُ الزَّوَائِدِ، وَتَرْكُهَا لَا يُوجِبُ ذٰلِكَ كَسِيَرِ النَّبِيِّ - عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ - فِي لِبَاسِهِ وَقِيَامِهِ وَقُعُودِهِ. وَالنَّفْلُ وَمِنْهُ الْمَنْدُوبُ يُثَابُ فَاعِلُهُ وَلَا يُسِيءُ تَارِكُهُ...أَنَّ النَّفْلَ مِنْ الْعِبَادَاتِ وَسُنَنُ الزَّوَائِدِ مِنْ الْعَادَاتِ... فَلَا فَرْقَ بَيْنَ النَّفْلِ وَسُنَنِ الزَّوَائِدِ مِنْ حَيْثُ الْحُكْمُ؛ لِأَنَّهُ لَا يُكْرَهُ تَرْكُ كُلٍّ مِنْهُمَا، وَإِنَّمَا الْفَرْقُ كَوْنُ الْأَوَّلِ مِنْ الْعِبَادَاتِ وَالثَّانِي مِنْ الْعَادَاتِ، لَكِنْ أَوْرَدَ عَلَيْهِ أَنَّ الْفَرْقَ بَيْنَ الْعِبَادَةِ وَالْعَادَةِ هُوَ النِّيَّةُ الْمُتَضَمِّنَةُ لِلْإِخْلَاصِ، كَمَا فِي الْكَافِي وَغَيْرِهِ، وَجَمِيعُ أَفْعَالِهِ - صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - مُشْتَمِلَةٌ عَلَيْهَا كَمَا بُيِّنَ فِي مَحَلِّهِ. (۱)

قاضی محمد بن عبد اللہ شبیلی مالکیؒ متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:

---

(۱) فتاوی شامی ۱/ ۱۰۳، کتاب الطہارہ، سنن الوضو

العِمَامةُ سُنَّةُ الرّأس، وعادةُ الأنبياء والسّادة، وقد صحَّ عن النّبيِّ -عليه السّلام- أنَّه قال :"لا يلبسُ المُحرِمُ القَمِيصَ، ولا العِمَامَةَ" وهذا يدلُّ على أنّها كانت عادة أمر باجتنابها حالة الإحرام، وشرع كشف الرّأس فيها إجلالًا لذى الجلال والإكرام. (۱)

عمامہ کے متعلق مزید یہ لکھتے ہیں:

والقَلَنسُوة: لباس الأنبياء والصَّالحين، تصونُ الرَأسَ، وتمكَّنُ العَمَامة. وهى من السُّنَّة. (۲)

علامہ محمد بن علی شوکانیؒ عمامہ سے متعلق کچھ احادیث ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

(والحديث) يدل على استحباب لبس العمامة وقد أخرج الترمذى وأبو داود والبيهقى (۳)

امام محمد منیر دمشقیؒ نیل الاوطار کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

والأحاديث بمجموعها تفيد مشروعية سدل العمامة بين الكتفين وتسمى ذؤبة وعذبة كما جاء التصريح بذلك فى غير حديث وما أحسن

---

(۱) المسالک فی شرح مؤطا مالک ۷/۳۰۶، کتاب الجامع، ماجاء فی لبس الصوف، دار الغرب الاسلامی

(۲) المسالک فی شرح مؤطا مالک ۷/۳۰۶، کتاب الجامع، ماجاء فی لبس الصوف، دار الغرب الاسلامی

(۳) نیل الاوطار ۲/۱۰۵، تابع کتاب الصلوۃ، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ

العمة وأكملها وهى من عادات العرب قديما وسنن الأنبياء وقد جاء الشرع بتقريرها (۱)

امام عبدالمحسن العباد لکھتے ہیں:

السؤال :هل لبس العمامة سنة؟ الجواب :لبس العمامة من الألبسة الجائزة، ولا يقال :إن من لم يلبس العمامة يكون قد ترك السنة، وإنما هذا من اللباس الجائز مثل لبس الخاتم، ولبس القميص، ولبس الإزار والرداء وهكذا، ولكن الإنسان يؤجر على قصده، وأما كون الإنسان يأتى بشىء يستغربه قومه ويستغربه جماعته ويلفت النظر بالنسبة له فهذا يقال عنه :إنه خالف الناس أو إنه على طريقة تخالف هيئة الناس، وأمر اللباس واسع كما هو معلوم.

نیز ایک دوسرے سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

السؤال: إذا كان لبس العمامة لبس شهرة بحيث يشار إليه بالبنان هل له أن يلبسه مع الجواز أو يقال له :لا تلبس؟ الجواب :العمامة جائزة كما هو معلوم، فالإنسان له أن يلبسها أو لا يلبسها،

---

(۱) تعلیقات علی نیل الاوطار ۲/ ۱۰۵، تابع کتاب الصلوۃ، ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ

الأمر فی ذلك واسع، وإن كانت شيئاً غريباً على الناس فليست لباس شهرة؛ لأنها من ألبسة أهل الإسلام.(۱)

اسی طرح تحفۃ المجیب میں عمامہ کے متعلق جواب دیا گیا، سوال و جواب ملاحظہ ہو:

بعض الإخوة ينكر على من يصلی بدون عمامة، فما هو الدليل على المنع، وهل لبس العمامة سنة أم لا؟ العمامة تعتبر من عادات العرب التی أقرها الإسلام، أما أنّها تصل إلى حد السّنيّة فلا تصل إلى حد السنية، فهی تعتبر عادة، لكن إذا نويت الاقتداء برسول الله ﷺ تثاب على الاقتداء برسول الله ﷺ.(۲)

ایک اور کتاب میں عمامہ کی سنیت متعلق کچھ اس طرح جواب دیا گیا:

الأصح فی العمامة أنها من سنن العادة لا العبادة؛ لأنه ليس عندنا دليل على أن النبی -ﷺ- كان يلبسها تقربا إلى الله، بل الظاهر أنه كان يلبسها اتباعا لعادة قومه، فلو لم يلبسوها ما لبسها، لذلك لم يأمر النبی -ﷺ- بالعمامة، ولا حث عليها،

---

(۱) شرح سنن ابی داؤد لعبد المحسن: ۲/۲۶،۱

(۲) تحفۃ المجیب علی اسئلۃ الحاضر والغریب ۱/۱۱۱

ولم يصح فيها سوى الفعل منه -ﷺ- وفعله -ﷺ-
فی باب العادات الأصل فيه الجواز. (۱)

اورنگ زیب عالمگیرؒ کی زیرِ سرپرستی ترتیب دادہ فتاوی کا مجموعہ " فتاوی عالمگیری " میں مذکور ہے:

وَالْمُسْتَحَبُّ أَنْ يُصَلِّيَ الرَّجُلُ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ:
قَمِيصٍ، وَإِزَارٍ، وَعِمَامَةٍ. (۲)

امام ابوبکر بن مسعود کاسانیؒ لکھتے ہیں:

أَمَّا الْمُسْتَحَبُّ فَهُوَ أَنْ يُصَلِّيَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ قَمِيصٍ
وَإِزَارٍ وَرِدَاءٍ وَعِمَامَةٍ (۳)

(البحر الرائق ۱/ ۲۸۳، تبیین الحقائق ۱/ ۱۶۲، المحیط البرہانی ۱/ ۳۷۷) وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ عمامہ وٹوپی پہننا آپ ﷺ کی سنت اور شریعتِ اسلامی کا جز ہے، نماز میں عمامہ وغیرہ پہننا مستحب ہے اور غیر نماز میں اتباع کی نیت سے ہو تو مستحب ہے ورنہ محض جائز ہے۔

مروجہ رومال

آج کے دور میں بہت سے علماء وصلحاء ٹوپی کے اوپر جو مخصوص رومال اوڑھتے

---

(۱) ارشیف منتدی الاوکۃ: ۴

(۲) فتاوی عالمگیری ۱/ ۵۹، الفصل الاول فی الطہارۃ

(۳) بدائع الصنائع ۱/ ۲۱۹

ہیں، شریعت اِسلام میں اس کی مشروعیت وجواز کا بھی اشارہ ملتا ہے۔

ثبوتِ رومال کے دلائل

(۱) جو چیز امت کے اہلِ حق علماء وصلحاء اختیار کرتے ہیں، وہ عند اللہ بھی محبوب ہوتی ہے، چنان چہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں:

مَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ، وَمَا رَآهُ الْمُسْلِمُونَ سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ سَيِّئٌ (۱)

علامہ ذھبیؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، نیز اسی طرح کے الفاظ (معجم کبیر طبرانی ۸۵۸۳:، ۳/ ۸۳) میں بھی ہے۔

امام علی بن محمدؒ متوفی ۱۰۱۴ :ھ حدیث میں مذکور لفظِ مسلمین کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَالْمُرَادُ بِالْمُسْلِمِينَ زُبْدَتُهُمْ وَعُمْدَتُهُمْ، وَهُمُ الْعُلَمَاءُ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، الْأَتْقِيَاءُ عَنِ الْحَرَامِ وَالشُّبْهَةِ(۲)۔

لہذا علماء وصلحاء کا مخصوص رومال اوڑھنے کی اصل شریعتِ اسلام کے مذکورہ اصول سے ثابت ہے۔

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک لمبی روایت میں مروی ہے:

هَذَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَنِّعًا (۳)

---

(۱) مستدرکِ حاکم، رقم، الحدیث: ۴۴۶۵

(۲) مرقاۃ المفاتیح تحت الحدیث: ۱۳۸۵

(۳) بخاری، رقم الحدیث: ۳۹۰۵، ۹/ ۵۱۲

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ متوفی: ۸۵۲ھ مذکورہ حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَوْلُهُ هَذَا رَسُولُ اللهِ مُتَقَنِّعًا أَىْ مُغَطِّيًا رَأْسَهُ(۱)

امام عیاض بن موسی سبتی مالکی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۵۴۴ھ: تقنع کے معنی لکھتے ہیں:

قَوْله متقنعا والتقنع هُوَ تَغْطِيَة الرَّأْس بالرداء وَنَحْوه(۲)

اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر ڈھانکے ہوئے تھے؛ خواہ کپڑے سے ہو یا چادر سے سر ڈھانپنا دونوں کو شامل ہے۔

(۳) امام بخاریؒ تقنع کے نام سے باب قائم کرکے فرماتے ہیں:

وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ وَعَلَيْهِ عِصَابَةٌ دَسْمَاءُ وَقَالَ أَنَسٌ عَصَبَ النَّبِيُّ ﷺ عَلَى رَأْسِهِ حَاشِيَةَ بُرْدٍ(۳)

ترجمہ: حضرت ابن عباس ؓ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ مبارک پر مٹیالا سیاہی مائل رومال تھا اور حضرت انس ؓ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سر پر رومال باندھا ہوا تھا۔

واضح رہے کہ سر کو ڈھاکنا کپڑے کے ذریعے یا کپڑا باندھنا دونوں ایک ہی ہے۔

(۴) کپڑے سے سر کو ڈھانپنا اہلِ ایمان کا لباس اور اخلاقِ انبیاء میں سے ہے؛

---

(۱) فتح الباری لابن حجر ۷/ ۲۳۵

(۲) مشارق الانوار علی صحیح الآثار ۲/ ۱۸۷، مادہ: ق ن ع

(۳) بخاری ۱۴/ ۴۸۵، باب التقنع، دار طوق النجاۃ

چنان چہ امام محمد بن علی الحکیم الترمذیؒ تحریر فرماتے ہیں:

عَن ابْن عمر رَضِی الله عَنهُ عَن رَسُول الله ﷺ أَنه قَالَ الالتفاع لبسة أهل الْإِيمَان والتردی لبسة الْعَرَب، الإلتفاع الالتحاف بِالثَّوْبِ متقنعا وَهُوَ أستر وَكَانَ ﷺ يكثر التقنع وَذَلِكَ للحياء من الله تَعَالَى لِأَن الْحيَاء فِي الْعين والفم وَهُوَ من عمل الرّوح وسلطانه فِي الرَّأْس ثمَّ هُوَ متفش فِي جَمِيع الْجَسَد، وَرُوِيَ أَن من أَخْلَاق النَّبِيين التقنع وَهَذَا من آدَاب الْأَنْبِيَاء والأولياء عَلَيْهِم السَّلَام لأَنهم أبصروا بقلوبهم أَن الله تَعَالَى يراهم فَصَارَت الْأُمُور كلهَا لَهُم مُعَاينَة يعبدونه كَأَن هم يرونه فَفِي الْأَعْمَال الَّتِي فِيهَا حشمة يعلوهم الْحيَاء وَالْحيَاء من الْإِيمَان فلذَلِك قَالَ لبسة أهل الْإِيمَان(۱)

(۵) علامہ محمد بن جعفر کتانی حسنی فاسیؒ تحریر فرماتے ہیں:

الرداء مربع یجعل علی الراس فوق نحو عمامة ای کالقلنسوة، ویغطی به اکثر الوجه ثم یدار طرفه و الاولی الیمین کما هو المعهود فیه من تحت الحنک

---

(۱) نوادر الاصول فی احادیث الرسول ۲/۳۵۱، الاصل الخامس والمائتان

الی ان یحیط بالرقبة جمیعها، ثم یلقی طرفاه علی الکتفین یعنی ویرخیانی الی جانب الصدر وهو مندوب باتفاق العلماء کما قاله غیر واحد من ائمة الشافعیة والحنابلة وغیرهما بل یتاکد للصلاه وحضور الجمعة والمسجد ومجامع الناس وقد وردت احادیث صحاح وغیرها واثار عن الصحابة والسلف الصالح فمن بعدهم بفعله وطلبه والحث علیه والاشاره الی بعض فوائده(۱)

ترجمہ: ایک چادر/ رومال وہ ہے جو چورس ہوتا ہے اور اسے سر کے اوپر عمامہ کی طرح جس طرح کی ٹوپی اوڑھ لیا جاتا ہے، جس سے چہرے کا بیشتر حصہ (دائیں بائیں جہت سے) ڈھک جاتا ہے، پھر اس کی ایک طرف کو (جس میں بہتر دائیں طرف ہے، جیسا کہ جیسا کہ رائج ہے) ٹھوڑی کے نیچے سے لایا جاتا ہے، جس سے پوری گردن کا احاطہ ہو جاتا ہے، پھر اس کی دونوں طرف کو مونڈھوں پر سینے کی طرف ڈال دیا جاتا ہے اور اس کے مستحب ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے، جیسا کہ شوافع، حنابلہ اور ان کے علاوہ کئی ائمہ نے فرمایا؛ بلکہ نماز کے لیے اور جمعہ ومسجد اور لوگوں کے مجمع میں حاضری کے وقت اس کی زیادہ تاکید ہے اور اس کے عمل، طلب، اس کی ترغیب اور اس کے بعض فوائد کی طرف

---

(۱) الدعامہ، ص: ۱۰۷

اشارے پر صحیح احادیث، صحابہؓ اور سلف صالحینؒ اور ان کے بعد کے آثار موجود ہیں۔

یہی بات فتاوی شامی ۳/ ۷۹۹، کتاب الایمان میں بھی مذکور ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ مروجہ رومال کا سر پر اوڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے مذکورہ دلائل کی وجہ سے، اس کو سنت کے خلاف کہنا درست نہیں ہے؛ نیز یہ صلحاء امت کا بھی رواج ہے؛ اس کو کم از کم مستحسن و مستحب کا درجہ حاصل ہے؛ لہذا رومال اوڑھ کر نماز پڑھنے میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے؛ البتہ نماز میں رومال چھوڑ دینا یا لٹکانا یہ درست نہیں۔

ننگا سر

عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانپنا انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، صلحائے امت اور علمائے اسلام کا ہمیشہ سے طریقہ رہا، یہ حضرات آج کے اہلِ زمانے کی طرح ننگے سر نہیں رہا کرتے تھے؛ بلکہ ننگے سر رہنے کی عادت حیاء وشرافت اور انسانی وقار کے بھی خلاف ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، آپ ﷺ کا ارشادِ مبارک نقل کرتے ہیں:

مَنِ اسْتَحْيَى مِنَ اللهِ حَقَّ الْحَيَاءِ، فَلْيَحْفَظِ الرَّأْسَ وَمَا حَوَى، وَلْيَحْفَظِ الْبَطْنَ وَمَا وَعَى، وَلْيَذْكُرِ الْمَوْتَ وَالْبِلَى، وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ، تَرَكَ زِينَةَ الدُّنْيَا، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ، فَقَدِ اسْتَحْيَا مِنَ اللهِ عَزَّ وَجَلَّ حَقَّ الْحَيَاءِ۔(۱)

ترجمہ: جو شخص اللہ تعالی سے اتنی حیاء کرنا چاہتا ہے، جتنا کہ حیاء کا حق ہے تو اپنے سر اور اس کے متعلقہ اعضاء کی اور پیٹ اور اس کے

---

(۱) مسند احمد، حدیث: ۳۶۷۱

متعلقہ اعضاء کی حفاظت کرے، اور موت اور فناء ہونے کو یاد کرے اور جو شخص آخرت کو چاہتا ہے تو دنیا کی زینت کو چھوڑ دے، پس جس نے یہ کام کرلیا تو اس نے اللہ عزوجل سے حیاء کرنے کا حق ادا کردیا۔

اس حدیث سے سر کے ساتھ حیاء کا خصوصی تعلق معلوم ہوتا ہے، جس کی حفاظت کا ایک طریقہ عمامہ، ٹوپی وغیرہ سے سر کو ڈھانپنے کی صورت میں تجویز ہوا ہے۔

(۲) امام عبدالرحمن بن علی رحمۃ اللہ علیہ **لکھتے ہیں:**

ولا يخفى على عاقل أن كشف الرأس مستقبح وفيه إسقاط مروءة وترك أدب وإنما يقع فى المناسك تعبدا لله وذلا له(۱)

ترجمہ: اور عقلمند آدمی پر یہ بات مخفی نہیں ہے کہ سر ننگا رکھنا بری عادت ہے اور شرافت اور مروت و ادب کے خلاف ہے اور یہ تو صرف احرام کی حالت میں اللہ کی عبادت اپنا تسلط ظاہر کرنے کے ساتھ خاص ہے۔

(۳) امام محمد بن مفلح بن محمد رحمۃ اللہ علیہ **متوفی ۷۶۳ھ لکھتے ہیں:**

وَيُكْرَهُ لَهُ كَشْفُ رَأْسِهِ بَيْنَ النَّاسِ۔(۲)

ترجمہ: لوگوں کے سامنے ننگے رہنا مکروہ عمل ہے۔

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ننگے سر رہنا، سہنا عقل مندی کا تقاضہ نہیں ہے، نیز ننگے سر

---

(۱) تلبیس ابلیس ۱/ ۳۱۹، دار الکتاب العربی، بیروت

(۲) الآداب الشرعیۃ والمنح المرعیۃ ۳/ ۳۷۵، عالم الکتب

رہنابری اور ناپسندیدہ عادت ہے۔

ننگے سر رہنے والے کی گواہی

عام حالات میں بغیر ضرورت کے ننگے سر رہنا انسانی شرافت وتہذیب، حیاء وغیرت کے تقاضوں کے خلاف ہے اور عام حالات میں اس طرح رہنے والے کی شہادت کو فقہاء نے قبول نہیں کیا ہے، ذیل میں فقہ کی کچھ عبارات ذکر کی جاتی ہیں، ملاحظہ ہو:

(ا) علامہ ملا خسرو رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۸۸۵: ھ لکھتے ہیں:

> لَا تُقْبَلُ شَهَادَةُ مُرْتَكِبِ الْأَفْعَالِ الْمُخِلَّةِ بِالْمُرُوءَةِ بِاتِّفَاقِ الْأَئِمَّةِ وَلَوْ كَانَتْ تِلْكَ الْأَفْعَالُ غَيْرَ مُحَرَّمَةٍ كَالسَّيْرِ فِي الطُّرُقِ وَمَجَامِعِ النَّاسِ بِالْقَمِيصِ فَقَطْ وَمَدِّ الرِّجْلَيْنِ عِنْدَ النَّاسِ وَكَشْفِ الرَّأْسِ فِي الْمَوَاضِعِ الَّتِي يُعَدُّ كَشْفُ الرَّأْسِ فِيهَا مُخَالِفًا لِلْعَادَةِ وَإِسَاءَةَ الْأَدَبِ۔(۱)
>
> ترجمہ: ایسے کاموں کا ارتکاب کرنے والے کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، جو حیاء اور غیرت کے خلاف ہوں، اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے؛ اگرچہ وہ کام حرام نہ ہوں، جیسا کہ راستہ میں اور لوگوں کے مجمع میں صرف قمیص پہن کر پھرنا اور لوگوں کے سامنے پیر پھیلانا اور ایسے مواضع میں ننگے سر رہنا کہ عادت کے خلاف اور برے آداب میں شمار کیا جاتا ہوں ہو۔

---

(۱) درر الحکام شرح مجلۃ الاحکام ۴/۳۱۶و۳۱۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت

(۲) امام یحی بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ متوفی: ۶۷۶ھ لکھتے ہیں:

ولا تقبل شهادة من لا مروءة له كالقوال والرقاص ومن يأكل فى الاسواق ويمشى مكشوف الرأس فى موضع لا عادة له فى كشف الرأس فيه لان المروءة هى الانسانية، وهى مشتقة من المرء، ومن ترك الانسانية لم يؤمن أن يشهد بالزور، ولان من لا يستحيى من الناس فى ترك المروءة لم يبال بما يصنع، والدليل عليه ما رَوَى أَبُو مَسْعُودٍ الْبَدْرِيُّ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ إِنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ (ان مما أدرك الناس من كلام النبوة الاولى إذا لم تستحى فاصنع ما شئت)(۱)

ترجمہ: جس کو انسانی غیرت وحیاء نہ ہو، اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، جیسا کہ اقوال اور ناچنے والے اور جو بازاروں میں کھاتا پھرتا ہوں اور جو ایسے موقع میں ننگے سر پھرتا ہو، جہاں عادتا ننگے سر نہ رہا جاتا ہو۔ اس لیے کہ حیاء اور غیرت ہی اصل انسانیت ہے اور انسانیت "مرء" سے نکلی ہے (یعنی عربی میں اانسان کو "مرء" کہتے ہیں اور مرء کے معنی حیاء اور غیرت کے ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ انسان کو حیاء وغیرت کی وجہ سے ہی انسان کہا جاتا ہوہے) اور جس نے انسانیت کو چھوڑ دیا، اس پر جھوٹی گواہی سے اطمینان

---

(۱) المجموع شرح المهذب ۲۰؍۲۲۷، دارالفکر

> نہیں کیا جاسکتا اور ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جو لوگوں سے حیا نہیں کرتا انسانیت کے چھوڑنے میں؛ تو وہ اپنی حرکات کی کوئی پرواہ نہیں کرتا اور اس کی دلیل وہ ہے جو ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ لوگوں نے پہلی نبوت کے کلام میں سے جو چیز حاصل کی وہ یہ ہے کہ جب آپ کو حیاء نہ رہے تو جو چاہیں کریں۔

ننگے سر رہنا اگر چہ فی نفسہ حرام نہیں ہے؛ لیکن اسلامی طریقہ بھی نہیں ہے؛ بلکہ مزاجِ اسلام اور حیاء کے خلاف ہے، نیز یہ اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ عادت بھی ہے، چوں کہ یہ کام شرافت وغیرت کے خلاف ہے، اس لیے فقہائے کرام نے ایسے شخص کی گواہی جس کا رہن سہن برہنہ سر رہنے کا ہے، اس کی گواہی کو قبول نہیں کیا ہے۔

ننگے سر والی نماز

(۱) اللہ تعالے فرماتے ہیں:

يَابَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ(۱)

اس آیت میں زینت سے مراد لباس ہے، لباس کا ایک مقصد تو ستر چپانا ہے اور دوسرا مقصد بدن کی زینت و آرائش ہے، اس آیت میں لباس کو زینت سے تعبیر کرنا، اس بات کا اشارہ ہے کہ ستر کا چپانا تو نماز میں اور نماز کے علاوہ میں دونوں میں ضروری ہے، بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی، لیکن صرف ستر پوشی پر اکتفاء نہ کیا جائے؛ بلکہ نماز میں اچھا اور زینت والا لباس پہنا جائے اور اچھا لباس وہ ہے جو نبی ﷺ نے اختیار فرمایا، جس میں سر کو عمامہ یا ٹوپی سے ڈھاپنا بھی شامل ہے، اسی لیے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ ننگے سر کی نماز

---

(۱) الاعراف: ۳۱

اگرچہ جائز ہے؛ مگر خلاف سِنت ضرور ہے۔

(۲) امام محمد بن صالح العثیمین رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۴۲۱ھ نماز میں سر چھپانے کے تعلق سے لکھتے ہیں:

> قال عبد الله بن عمر لمولاه نافع وقد رآه يصلِّي حاسرَ الرَّأس: «غَطِّ رأسك، هل تخرج إلى النَّاس وأنت حاسر الرَّأس؟ قال: لا. قال: فاللَّهُ أحقُّ أن تتجمَّلَ له»، وهذا صحيح لمن عادتهم أنهم لا يحسرون عن رؤوسهم، ولا يمكن أن يخرج حاسر الرَّأس أمام النَّاس. إذاً؛ فاتِّخاذُ الزِّينة غير سَتْر العَوْرَة، ونقول: قال النبيُّ ﷺ: «لا يُصَلِّيَنَّ أحدُكُمْ فى الثَّوبِ الواحدِ ليس على عاتِقِهِ منه شيءٌ »، وعاتق الرَّجُلِ ليس بعورة بالاتفاق، ومع ذلك أمر النبيُّ عليه الصَّلاة والسَّلام بستره فى الصَّلاةِ فقال: «ليس على عاتقه منه شيء»، فدلَّ هذا على أن منَاط الحُكم ليس ستر العورة. وقال ﷺ لجابر: « إن كان ضيّقاً فاتَّزِرْ به، وإن كان واسعاً فالتحفْ به». ومعلوم أنه لا يُشترط لسَتْرِ العَوْرَة أن يلتحف الإنسان، بل يُغطِّي ما يجب ستره فى غير الصَّلاة. إذاً؛ فليس مَنَاط الحُكم سَتْر العَورة، إنما

مَنَاط الحُکمِ اتِّخاذ الزِّینة، هذا هو الذی أمرَ الله به،
ودلَّت علیه السُّنَّة. (۱)

(۳) علامہ یحیی بن شرف نووی رحمۃ اللہ علیہ متوفی: ۶۷۶ھ نماز میں سر ڈھاپنے کے مستحب ہونے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

یُسْتَحَبُّ أَنْ یُصَلِّیَ الرَّجُلُ فِی أَحْسَنِ ثِیَابِهِ
الْمُتَیَسِّرَةِ لَهُ وَیَتَقَمَّصَ وَیَتَعَمَّمَ (۲)

(۴) وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ کویتیہ کے زیرِ نگرانی ترتیب دادہ فتاوی میں مذکور ہے:

لاَ خِلاَفَ بَیْنَ الْفُقَهَاءِ فِی اسْتِحْبَابِ سَتْرِ الرَّأْسِ فِی
الصَّلاَةِ لِلرَّجُل، بِعِمَامَةٍ وَمَا فِی مَعْنَاهَا، لاَنَّهُ صَلَّی
اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ کَذٰلِكَ یُصَلِّی (۳)

مذکورہ دونوں عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں ٹوپی، عمامہ یا اس جیسی چیز سے سر ڈھانپنا مستحب ہے اور یہ احسن لباس میں شامل ہے؛ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے؛ کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر ڈھانپ کر ہی نماز پڑھا کرتے تھے، جو کہ خُذُوا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ والے حکم کی ہی تعمیل تھی۔

(۵) امام عالم بن علاء دہلوی رحمۃ اللہ علیہ متوفی: ۷۸۶ھ نماز میں ٹوپی گرنے کے متعلق لکھتے ہیں:

---

(۱) الشرح الممتع علی زاد المستقنع للعثیمین ۲/۱۴۹ تا ۱۵۱

(۲) المجموع شرح المہذب ۳/۱۷۳، باب ستر العورۃ

(۳) موسوعہ فقہیہ کویتیہ ۵/۲۲

> و فی الحجة : سئل صاحب الکتاب عمن سقطت قلنسوته او عمامته فی الصلوۃ کیف یصنع ؟ فقال رفع القلنسوۃ بعمل قلیل بید واحدۃ افضل من الصلوۃ مع کشف الرأس ۔ و اما العمامة فان امکنه رفعها ووضعها علی الرأس معقودۃ کما کانت فستر الرأس اولی بید واحدۃ ، و ان انحلت العمامة و یحتاج الی تکویرها فالصلوۃ مع کشف الرأس اولی من عقد العمامة و قطع الصلوۃ (۱)

سر ڈھانپ کر نماز پڑھنا خیر القرون سے آج تک کی سنت متوارثہ رہی ہے، ننگے سر رہنا تو الگ بات ہے؛ اگر نماز کے دوران سر سے ٹوپی گر جائے اور عمل قلیل سے ٹوپی پہنی جا سکتی ہے تو ٹوپی اٹھا لینا افضل ہے، جیسا کہ اوپر فتاوی میں مذکور ہے۔

(٦) ننگے سر عبادت کرنا اہل کتاب کا طریقہ ہے؛ چنان چہ علامہ شیخ محمد زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ ننگے سر نماز پڑھنے کے تعلق سے لکھتے ہیں:

> و تشبه باهل الکتاب فانهم یصلون وهم حسروا الرؤوس کما هو مشهود (۲)
>
> ترجمہ: ننگے سر نماز پڑھنے میں اہلِ کتاب کے ساتھ مشابہت بھی ہے؛ کیوں کہ وہ ننگے سر ہو کر عبادت کرتے ہیں، جیسا کہ مشاہدہ ہے۔

---

(۱) فتاوی تاتارخانیہ ۲/ ۲۰۳و ۲۰۴

(۲) مقالات الکوثری ص: ۱۷۰، کشف الرؤوس

(۷) نیز آپؒ لکھتے ہیں:

> ان کشف الرأس فی الصلاۃ اصبح شعارا لطائفة من مبتدعة الیوم فینبذ نبذا بعدا عن التشبه بهم والحاصل انه لم یثبت عن النبی ﷺ انه صلی وهو حاسر الرأس من غیر عذر (۱)

چوں کہ بغیر عذر کے ننگے سر نماز پڑھنا آپ ﷺ سے ثابت نہیں ہے اور اس طرح عبادت کرنا اہلِ کتاب کا طرز ہے؛ لہٰذا عبادت کے اس طریقہ میں اہلِ کتاب کی مشابہت سے بچنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔

علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ کی تحقیق

> أن الصلاة حاسر الرأس مكروهة ذلك أنه من المسلم به استحباب دخول المسلم فی الصلاة فی أكمل هيئة إسلامية للحديث المتقدم فی الكتاب: ". فإن الله أحق أن يتزين له" وليس من الهيئة الحسنة فی عرف السلف اعتياد حسر الرأس والسير كذلك فی الطرقات والدخول كذلك فی أماكن العبادات بل هذه عادة أجنبية تسربت إلى كثير من البلاد الإسلامية حينما دخلها الكفار وجلبوا إليها عاداتهم الفاسدة

---

(۱) مقالات الکوثری ص: ۱۷۲، کشف الرؤوس

فقلدهم المسلمون فيها فأضاعوا بها وبأمثالها من التقاليد شخصيتهم الإسلامية ..... وكذلك استدلاله بحديث على مرفوعا : " ائتوا المساجد حسرا ومعصبين فإن العمائم تيجان المسلمين " استدلال واه لأن الحديث ضعيف جدا أعتقد أنه موضوع لأنه من رواية ميسرة بن عبد ربه وهو وضاع باعترافه وقال العراقى : " متروك..... وأما استحباب الحسر بنية الخشوع فابتداع حكم فى الدين لا دليل عليه إلا الرأى ولو كان حقا لفعله رسول الله ﷺ ولو فعله لنقل عنه وإذ لم ينقل عنه دل ذلك أنه بدعة فاحذرها (۱)

ترجمہ : ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے؛ اس لیے کہ یہ بات مسلم ہے کہ نماز میں اکمل طور پر اسلامی ہیئت کے ساتھ داخل ہونا مستحب ہے۔ اس حدیث کی وجہ سے جو اسی کتاب میں گزر چکی ہے کہ اللہ تعالی زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لیے زینت اختیار کی جائے۔ اور اسلاف کے نزدیک سر ننگا کرنے اور راستوں میں ننگا سر پھرنے کی عادت اور اسی طرح عبادات کے مقامات میں ننگے سر رہنے کی عادت اچھی حالت شمار نہیں ہوتی؛ بلکہ یہ عادت (اسلام کے

---

(۱) تمام المنۃ فی التعلیق علی فقہ السنۃ ۱/ ۱۶۴ تا ۱۶۶

اعتبار سے) اجنبی حالت ہے اور اکثر اسلامی ملکوں میں اس وقت سے شروع ہوئی ہے، جب سے ان ملکوں میں کفار داخل ہوئے اور اسلامی ملکوں میں ان کی فاسد وخراب عادتیں آئیں، پھر مسلمونوں نے ان عادتوں میں ان کافروں کی تقلید کی تو انہوں نے ننگے سر رہنے اور اسی جیسی دوسری عادتوں میں کفار کی تقلید کر کے اپنے اسلامی تشخص کو ضائع و برباد کر دیا۔

اسی طرح (ننگے سر نماز پڑھنے پر) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس مرفوع حدیث سے استدلال کرنا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مسجد میں آؤ ننگے سر اور کپڑا باندھ کر؛ کیونکہ عمامہ مسلمانوں کا تاج ہے، یہ بھی بالکل بے کار استدلال ہے؛ اس لیے کہ یہ حدیث بہت ضعیف ہے؛ بلکہ میرا تو اعتقاد ہے کہ یہ حدیث موضوع و من گھڑت ہے؛ کیوں کہ یہ میسرہ بن عبد ربہ کی روایت ہے اور وہ اپنے اعتراف کے مطابق جھوٹی احادیث گھڑنے والا ہے اور امام عراقی نے اس کو متروف فرمایا ہے۔

جہاں تک بات ہے خشوع وخضوع کی نیت سے ننگے سر نماز پڑھنا تو یہ دین میں بدعت ہے، اس پر کوئی دلیل نہیں ہے سوائے چند قیاس آرائیوں کے اور اگر بقصد خشوع ننگے سر نماز پڑھنا درست و صحیح ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہوتا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ننگے سر عبادت کی تو منقول بھی ہوتا؛ جبکہ یہ عمل منقول ہی نہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ یہ عمل بدعت ہے، اس سے اجتناب ضروری ہے۔

نیز ایک اور کتاب میں آپ لکھتے ہیں:

> **ویغنینا عنه قوله ﷺ: "إذا صلی أحدکم فلیلبس ثوبیه فإن الله أحق من تزین له". وهو مخرج فی "صحیح أبی داود"، فإن ستر الرأس من الزینة عند المسلمین الذین لم یتأثروا بعادات الکافرین.(۱)**

ترجمہ: اور ہمارے لیے اس کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ قول کافی ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اسے چاہیے کہ دو کپڑے پہن لے؛ کیوں کہ اللہ تعالےٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس کے لیے زینت اختیار کی جائے اور یہ حدیث صحیح ابو داوٗد میں، پس سر کا ڈھانپنا ان مسلمانوں کے نزدیک زینت میں سے ہے، جو کافروں کی عادات سے متأثر نہیں ہوئے۔

ٹوپی علمائے غیر مقلدین کی نظر میں

آج کل غیر مقلد کہے جانے والے بہت سے حضرات نہ صرف ننگے سر نماز پڑھنے کو اپنی عادت بنا چکے ہیں؛ بلکہ لوگوں کے دلوں سے ٹوپی کی اہمیت گھٹاتے ہیں اور سر ڈھانپ کر نماز پڑھنے کی سنت سے عوام کو روکتے ہیں؛ جب کہ انھی کے مسلک کے بڑے بڑے حضرات نے ننگے سر نماز پڑھنے کو مکروہ وخلافِ سنت قرار دیا، ذیل میں اہلِ حدیث علماء کے چند فتاوی ذکر کیے جاتے ہیں:

(۱) علامہ وحید الزمان صاحب حیدر آبادی لکھتے ہیں:

> و صلاته حاسرا رأسه للتکاسل، ولا بأس به

---

(۱) سلسلہ احادیثِ ضعیفہ ۶/۵۱ و ۵۲

> للتذلل، ولو سقطت قلنسوته فی الصلاۃ فاعادتہا
>
> افضل ان لم یحتج الی عمل کثیر (۱)

اس عبارت میں یہ بات کہی گئی کہ سستی کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھنا مکروہ ہے اور دورانِ نماز ٹوپی گر جائے تو عمل قلیل سے ٹوپی اٹھالینا افضل ہے۔

(۲) علامہ ثناء اللہ صاحب امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

> نماز کا مسنون طریقہ وہی ہے جو آنحضرت ﷺ سے بالدوام ثابت ہے یعنی بدن پر کپڑا اور سر ڈھکا ہوا، پگڑی سے یا ٹوپی سے۔ (۲)

(۳) مولانا محمد اسماعیل سلفی صاحب لکھتے ہیں:

> کسی بھی حدیث سے بلا عذر ننگے سر نماز کی عادت اختیار کرنا ثابت نہیں، محض بے عملی یا بدعملی کی وجہ سے یہ رواج بڑھ رہا ہے؛ بلکہ جہلاء تو اسے سنت سمجھنے لگے ہیں، العیاذ باللہ! کپڑا موجود ہو تو ننگے سر نماز ادا کرنا یا ضد سے ہوگا یا قلتِ عقل سے۔ (۳)

(۴) مولانا عبد الحمید صاحب سوہدروی لکھتے ہیں:

> ننگے سر نماز ہو جاتی ہے؛ مگر بطورِ فیشن، لاپرواہی اور تعصب کی بنا پر مستقل یہ عادت بنا لینا، جیسا کہ آج کل دھڑلے سے کیا جا رہا ہے، ہمارے نزدیک صحیح نہیں، نبی علیہ السلام نے خود یہ عمل نہیں کیا۔ (۴)

---

(۱) نزل الابرار ۱/ ۱۱۴

(۲) فتاویٰ ثناءیہ ۱/ ۵۲۵

(۳) فتوی علمائے حدیث ۴/ ۲۸۹

(۴) اہلِ حدیث سوہدرہ، جلد: ۱۵، شمارہ: ۱۲، فتاوی علمائے حدیث ۴/ ۲۸۱

(۵) علامہ سید داؤد غزنویؒ لکھتے ہیں:

> ابتداء اسلام کو چھوڑ کر جب کہ کپڑوں کی قلت تھی، اس کے بعد اس عاجز کی نظر سے کوئی ایسی روایت نہیں گزری، جس میں بصراحت مذکور ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یا صحابہ نے مسجد میں اور وہ بھی نماز باجماعت میں ننگے سر نماز پڑھی ہو، چہ جائے کہ معمول بنالیا ہو، اس لئے اس بدرسم کو جو پھیل رہی ہے، بند کرنا چاہیے، اگر فیشن کی وجہ سے ننگے سر نماز پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی؛ اگر تعبد اور خضوع اور خشوع و عاجزی کے خیال سے پڑھی جائے تو یہ نصاری کے ساتھ تشبہ ہوگا، اسلام میں ننگے سر رہنا سوائے احرام کے تعبد یا خشوع، خضوع کی علامت نہیں؛ اگر کسل اور سستی کی وجہ سے ہے تو یہ منافقوں کی ایک خلقت سے تشابہ ہوگا، "وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى" یعنی اور نماز کو آتے ہیں تو سست اور کاہل ہو کر، غرض ہر لحاظ سے یہ ناپسندیدہ عمل ہے۔(۱)

ننگے سر نماز کے دلائل کی حیثیت

(۱) حضرت سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں:

قَالَ رَأَيْتُ شَرِيكًا صَلَّى بِنَا فِي جَنَازَةٍ الْعَصْرَ فَوَضَعَ قَلَنْسُوَتَهُ بَيْنَ يَدَيْهِ -يَعْنِي- فِي فَرِيضَةٍ حَضَرَتْ.(۲)

یہ نہ مرفوع حدیث ہے اور نہ ہی یہ کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اثر ہے، کیوں کہ شریک تبع

---

(۱) فتاوی علمائے حدیث ۴/۲۹۱

(۲) ابوداؤد، حدیث نمبر ۶۹۱ :

تابعین ہے اور یہ انہیں کا عمل ہے۔

(۲) امام ابو احمد جرجانیؒ متوفی: ۳۶۵ھ مبشر بن عبید کی باطل روایات کو جمع کیا ہے، انہیں میں سے ایک روایت یہ ہے:

> حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ سُفْيَانَ، حَدَّثَنا حميد بن قتيبة، حَدَّثَنا أبو أيوب الدمشقي، حَدَّثَنا بقية، حَدَّثَنا مُبَشِّرُ بْنُ عُبَيد عَنِ الْحَكَمِ بْنُ عُتَيْبَةَ عَنْ عَبد الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ: ائْتُوا الْمَسَاجِدَ حُسَّرًا وَ مُقَنَّعِينَ فَإِنَّ الْعَمَائِمَ تِيجَانُ الْمُسْلِمِينَ.(۱)

امام ابو عبد اللہ محمد ذہبیؒ متوفی ۷۴۸ھ مبشر بن عبید کے متعلق لکھتے ہیں:

> مُبَشِّرُ بْنُ عُبَيْدٍ الْكُوفِيُّ ثُمَّ الْحِمْصِيُّ...قَالَ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ: كَانَ يَضَعُ الْحَدِيثَ. وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ: مَتْرُوكٌ. وَقَالَ الْبُخَارِيُّ: مُنْكَرُ الْحَدِيثِ.(۲)

چوں کہ سر کو ٹوپی یا عمامہ سے ڈھانپنا شعارِ اسلام اور مزاجِ شریعت میں سے ہے، اس لیے نماز اور غیر نماز میں ننگے سر رہنے کے بجائے سر کو ڈھانپنا کا اہتمام کرنا بہتر ہے۔

ٹوپی وعمامہ سے لاپرواہی افشاءِ سلام کی رکاوٹ کا سبب

ننگے سر رہنا افشاءِ سلام کی رکاوٹ کا سبب بن رہا ہے؛ کیوں کہ سر کو ڈھانپنا شعارِ اسلام

---

(۱) الکامل فی ضعفاء الرجال ۸/ ۱۶۴، الکتب العلمیہ، بیروت

(۲) تاریخ الاسلام ۴/ ۴۹۰، دار الغرب الاسلامی

میں سے ہے، جس سے مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کے درمیان امتیاز اور فرق معلوم ہوتا ہے۔ اور خاص کر آج کے دور میں جب کہ مسلمان اور غیر مسلمان کا لباس، وضع قطع ایک دوسرے سے ملتے جھلتے جارہے ہیں، حتی کہ اس دور میں مسلمان کون اور غیر مسلم کون، یہ پہچاننا بہت مشکل ہوتا جارہا ہے۔ ایسے دور میں اسلام کا دوسرا حکم (سلام کو عام کرو) پر عمل کرنا دشوار ہوتا جارہا ہے؛ کیوں کہ مسلم وغیر مسلم کی پہچان نہ ہونے کی وجہ سے سلام سے بچنا پڑھ رہا ہے، جب کہ سلام کے متعلق افشاء (عام کرنے) کا حکم اور فضیلتیں وارد ہوئی ہے، جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رشاد مبارک نقل کرتے ہیں:

تُطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ
لَمْ تَعْرِفْ۔(۱)

حضرت عمران بن حصینؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ -ﷺ- فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ. فَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ ثُمَّ جَلَسَ فَقَالَ النَّبِيُّ -ﷺ- » عَشْرٌ «. ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ. فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ » عِشْرُونَ «. ثُمَّ جَاءَ آخَرُ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ. فَرَدَّ عَلَيْهِ فَجَلَسَ فَقَالَ » ثَلَاثُونَ «.(۲)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس مسلمان کو جانتے ہیں اور جس مسلمان کو نہیں جانتے ہیں، دونوں کو سلام کرنا چاہیے، نیز السلام علیکم کہنے پر ۱۰ نیکیاں، السلام علیکم ورحمۃ اللہ

---

(۱) بخاری شریف، حدیث نمبر: ۲۸، دار طوق النجات

(۲) ابوداؤد، حدیث نمبر: ۵۱۹۷، دار الکتاب العربی، بیروت

کہنے پر ۲۰ نیکیاں اور السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ کہنے پر ۳۰ نیکیوں کی فضیلت وارد ہوئی ہے، ان سے سلام کی فضیلت کا اندازہ ہوتا ہے اور اگر ان احادیث کو مدِنظر رکھ کر بغیر اس کے جانے کہ وہ مسلمان ہے یا نہیں، سلام کر دیا جائے تو شرعی حکم کے خلاف ہو جائے گا، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہود و نصاری (غیر مسلمان) کو سلام میں پہل نہ کرو، جیسا کہ درجِ ذیل حدیث میں مذکور ہے۔

حضرت ابوہریرہ ؓ آپ ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں:

لاَ تَبْدَءُوا الْيَهُودَ وَلاَ النَّصَارَى بِالسَّلاَمِ۔(۱)

ترجمہ: یہود و نصاری کو سلام میں پہل نہ کرو۔

خلاصہ یہ ہے کہ ٹوپی اور عمامہ کی سنت کو چھوڑنے سے سلام جیسی عظیم سنت پر عمل کرنا دشوار ہوتا جا رہا ہے، اس طرح ننگے سر رہنا افشاءِ سلام میں مانع بن رہا ہے؛ لہٰذا ٹوپی و عمامہ سے سر کو ڈھانپنے کی ضرورت جتنی نماز میں ہے، اس سے زیادہ ضرورت نماز سے باہر ٹوپی یا عمامہ پہننے کی ہے، نیز مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی وضع قطع اسلامی بنائے؛ تاکہ مسلمان اور غیر مسلمان میں امتیاز ہو سکے اور مسلمانوں کی پہچان باقی رہے۔

خلاصہ کلام

ٹوپی، عمامہ یا رومال اوڑھنا سنت سے ثابت ہے؛ جب کہ ننگے سر رہنا خلافِ سنت ہے، نیز مذکورہ دلائل سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حیاء و غیرت کا تقاضہ ہے کہ بندہ دوسروں کے سامنے اور خاص کر اپنے معبود کے سامنے نماز و عبادات میں سر ڈھانپ کر رہے؛ کیونکہ اپنے معبود کے سامنے بھی ننگے سر رہنا بے حیائی و بے غیرتی کی علامت ہے۔

ٹوپی کے جواز پر احادیث موجود ہیں، ہم فرض کی طرح لازم نہیں کہہ رہے ہیں؛ مگر

---

(۱) مسلم شریف، حدیث نمبر: ۵۷۸۹، دار الجیل، بیروت

سنت کو ہلکا سمجھنا بھی درست نہیں ہے؛ کیوں کہ ٹوپی اسلامی طریقہ ہے اور مزاج شریعت کے مطابق ہے۔ بعض لوگ جو اس کی سنیت کے منکر ہیں وہ ذرا ان احادیث کو دیکھیں اور ان کی کی اسناد کی حیثیت کو بھی ملاحظہ فرمائیں، ان فرمانِ نبوت کا آخر آپ کے پاس کیا جواب ہے؟ بر سبیل تنزیل ٹوپی حرام تو نہیں اور نہ ہی ننگے سر رہنا فرض یا افضل ہے؛ بلکہ ننگے سر رہنا مکروہ اور خلاف سنت ہے، تو پھر ننگے سر پر اتنا اصرار کیوں؟ آخر کیوں ضد ہے کہ ننگے سر ہی نماز پڑھیں گے؟ ننگے سر نماز تو کم از کم درجہ کے اعتبار سے نہ سنت ہے، نہ جائز ہے؛ بلکہ مکروہ اور خلافِ سنت ہے۔ ٹوپی کا ثبوت آپ کے علم کے مطابق ضعیف احادیث سے ہے، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا؛ کیوں کہ اس سے کم از کم ٹوپی کا وجود تو ثابت ہے، اس کے برعکس ننگے سر رہنے کا تو وجود ہی نہیں ہے؛ بلکہ ننگے سر رہنے کو دیندارانہ مزاج کے خلاف بتایا گیا ہے، نیز ٹوپی کے ثابت من السنۃ اور ننگے سر کے خلافِ سنت کے بارے میں مقتدر شخصیات علمائے غیر مقلدین کے سرکردہ حضرات کی تحریرات بھی موجود ہیں، ان تمام کے باوجود وہی رفتار بے ڈھنگی، وہی پرانی عادت یہ بتلاتی ہے کہ آپ کو مسئلے کے ثبوت و عدم ثبوت سے کوئی دلچسپی نہیں ہیں؛ بلکہ تھاون علی الدین کی عادت ہے۔ فیشن پرستی اور مغربی تہذیب کے دلدادہ ہو چکے ہیں اور اپنے اس عمل قبیح کو اسلامی عمل بتانا اور جھگڑے کا سبب بنانا، یہ بدعملی سے بھی بدتر ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

اللہ تعالےٰ اس سنت اور اس جیسی دوسری ترک شدہ سنتوں کو زندہ کرنے اور ان پر عمل کرنے اور حق کو سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے اور غیر مسلمانوں اور نا اہلوں کی تقلید و اتباع سے بچائے: آمین۔

مسجد میں رکھی جانے والی ٹوپی

مساجد میں جو ٹوپیاں رکھی جاتی ہیں، اس سے سنیت تو ادا ہو جائے گی؛ مگر سخت قبیح ہے، چند وجوہات کی وجہ سے:

(الف) مساجد میں اس طرح ٹوپیاں رکھنے سے عوام میں یہ خیال ترقی کر رہا ہے کہ ٹوپی پہننا صرف نماز کے وقت کارِثواب ہے اور ٹوپی کا تعلق صرف نماز سے ہے، بقیہ اوقات میں نہ ثواب ہے اور نہ ہی حکمِ شرعی ہے؛ جب کہ یہ خیال بالکل غلط اور ناطل ہے۔

(ب) بہت سے لوگوں نے یہ سوچ کر ٹوپی کی سنت پر عمل کرنا چھوڑ دیا کہ نماز کے لیے جائیں گے تو مسجد کی ٹوپی لے کر پڑلیں گے؛ جب کہ اس طرح کی سوچ سے ٹوپی کی اس سنت کا رواج امت سے ختم ہوتا جا رہا ہے۔

(ج) مساجد میں موجود ٹوپیاں ہر کس و ناکس کے استعمال سے میلی کچیلی اور بدبودار ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح میلی اور بدبودار ٹوپی کو مسجد میں رکھنا خود مسجد کے آداب کے خلاف ہے؛ کیوں کہ اس طرح میلہ اور بدبودار چیز انسان خود اپنے گھر میں رکھنا پسند نہیں کرتا؛ چہ جائے کہ وہ اللہ کا گھر ہو۔

اور اگر میلی اور بدبودار نہ بھی ہو؛ تب بھی مساجد میں رکھی ہوئی پلاسٹک، تنکوں وغیرہ کی ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا، آدابِ نماز کے خلاف ہے؛ کیوں کہ ٹوپی بھی لباس کا حصہ ہے اور اتنا معمولی اور سستا لباس پہن کر کوئی مہذب آدمی کسی مجلس و محفل میں جانا پسند نہیں کرتا؛ خاص کر جب وہ اچھے لباس پر قادر بھی ہو تو اللہ رب العزت کے دربار میں قدرت کے باوجود اتنا معمولی اور سستا لباس پہن کر حاضری اور عبادت کرنے کو کیسے درست قرار دیا جا سکتا ہے۔ (ٹوپی کی شرعی حیثیت، ص: ۱۹۰، مسئلہ نمبر: ۳۳، مفتی محمد رضوان راولپنڈی)

* * *

ٹوپی، عمامہ اور رومال سے متعلق چند مسائل

مسئلہ نمبر (۱): پگڑی (عمامہ) باندھنا حضور ﷺ کی سنت ہے، باندھنے پر ثواب ہے اور نہ باندھے تو کوئی گناہ نہیں۔ (۱)

مسئلہ نمبر (۲): عمامہ کو لازم اور واجب نہ قرار دیا جائے؛ اسی طرح عمامہ نہ پہننے والے کی تحقیر بھی نہ کی جائے۔ (۲)

مسئلہ نمبر (۳): عمامہ اسلام کی خاص علامت ہے، کفار اور مسلمانوں کے درمیان ایک امتیازی شعار ہے۔ (۳)

مسئلہ نمبر (۴): جمعہ کے دن عمامہ باندھنے والوں پر فرشتے رحمت کی دعاء کرتے ہیں۔ (۴)

مسئلہ نمبر (۵): بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی اور بغیر ٹوپی کے صرف عمامہ، دونوں آپ ﷺ سے ثابت ہیں؛ البتہ صرف عمامہ کے بجائے ٹوپی کے ساتھ عمامہ پہننے کی آپ ﷺ نے تاکید فرمائی ہے۔ (۵)

مسئلہ نمبر (۶): عمامہ باندھنا سنت و مستحب ہے، بغیر عمامہ کے صرف ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا اور پڑھانا دونوں جائز ہے، عمامہ پر اصرار کرنا یا طعن و تشنیع کرنا درست نہیں ہے؛ کیوں کہ عمامہ سنتِ عادیہ میں سے ہے، نیز فعل مستحب پر اگر واجب کی طرح عمل کیا جائے تو اس کو

---

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل ۷/۱۴۸، کفایت المفتی ۱۲/۲۸۹، کتاب النوازل ۱۵/۳۶۷

(۲) کتاب النوازل ۱۵/۳۸۷، فتاوی عثمانی ۴/۳۴۸

(۳) کتاب النوازل ۱۵/۳۷۹، المسائل المهمه فیما ابتلت به العامة ۶/۲۵۷

(۴) کتاب النوازل ۱۵/۳۷۹

(۵) محمود الفتاوی ۷/۵۴۵ و ۵۴۶ از زاد المعاد و دعامہ، کتاب الفتاوی ۶/۹۷، فتاوی دار العلوم دیوبند ۱۶/۱۶۳، کتاب النوازل ۱۵/۳۸۰ و ۳۸۶، احسن الفتاوی ۸/۶۷

ترک ضروری ہے۔ (۱)

مسئلہ نمبر (۷): عمامہ باندھ کر نماز پڑھانا مستحب ہے اور اگر بغیر عمامہ کے نماز پڑھائی جائے تو بھی کوئی کراہت نہیں؛ کیوں کہ آپ ﷺ کا بغیر عمامہ کے نماز پڑھانا ثابت ہے۔ (۲)

مسئلہ نمبر (۸): تمام مقتدی عمامہ باندھے ہوئے ہوں اور امام صرف ٹوپی پر ہو تو بلا کراہت نماز درست ہے۔ (۳)

مسئلہ نمبر (۹): جس علاقہ میں عمامہ اس طرح مروج ہو کہ عمامہ کے بغیر لوگ عام مجمع میں جانا پسند نہیں کرتے ہیں تو پھر ایسی جگہ بلا عمامہ نماز مکروہ ہوگی؛ ورنہ نہیں۔ (۴)

مسئلہ نمبر (۱۰): عمامہ باندھنا ہر مسلمان کے لیے مستحب ہے، صرف حفاظ وعلماء کے لیے ہی خاص نہیں ہے۔ (۵)

مسئلہ نمبر (۱۱): مدارسِ اسلامیہ میں رائج دستار بندی جائز ہے؛ کیوں کہ آپ ﷺ جب کسی صحابی کو عہدہ سپرد کر کے روانہ فرماتے تو عمامہ باندھتے تھے۔ (۶)

مسئلہ نمبر (۱۲): عمامہ کے طول میں کوئی شرعی حد متعین نہیں ہے، جس قدر میسر و معروف ہو، درست ہے؛ تاہم آپ ﷺ کے عمامہ کا طول ۷/ذراع اور ۱۲/ذراع منقول ہے۔ (۷)

---

(۱) فتاوی محمودیہ ۲۷/۴۵۶ و ۴۵۷، فتاوی دار العلوم زکریا ۷/۱۵۶

(۲) فتاوی محمودیہ ۲۷/۴۵۶، فتاوی دار العلوم دیوبند ۱۶/۱۶۵، کفایت المفتی ۱۲/۲۹۱

(۳) فتاوی محمودیہ ۲۷/۴۵۷

(۴) فتاوی محمودیہ ۲۷/۴۵۶، فتاوی دار العلوم زکریا ۷/۱۵۷

(۵) المسائل المہمہ فیما ابتلت بہ العامۃ ۶/۲۵۷

(۶) فتاوی دار العلوم زکریا ۷/۱۵۳

(۷) فتاوی دار العلوم دیوبند ۱۶/۱۶۳، کتاب النوازل ۱۵/۳۸۱

مسئلہ نمبر (۱۳): عمامہ باندھنے کا اولیٰ طریقہ یہ ہے کہ عمامہ کے ایک سرے کو پشت کی جانب لٹکا کر عمامہ کو سر پر رکھ کر گول چکر لگا کر دوسرے سرے کو بھی لٹکا دے یا لٹکائے بغیر پیچ کے درمیان داخل کر دے، اور اگر دونوں کو لٹکائے تو دونوں سرے پیچھے یا ایک آگے اور دوسرا پیچھے رکھنا درست ہے۔(۱)

مسئلہ نمبر (۱۴): عمامہ میں صرف ایک شملہ دونوں مونڈھوں کے درمیان چھوڑنا سنت ہے؛ تاہم ایک شملہ آگے اور ایک شملہ پیچھے چھوڑنا بھی جائز ہے۔ (۲)

مسئلہ نمبر (۱۵): عمامہ کا شملہ دائیں جانب لٹکانا بھی درست ہے؛ البتہ شملہ لٹکانا افضل و بہتر ہے۔(۳)

مسئلہ نمبر (۱۶) : شملہ چھوڑنا مستحب ہے، نیز وسطِ ظہر، موقعِ جلوس اور ایک بالشت چھوڑنے کی گنجائش ہے۔ (۴)

مسئلہ نمبر (۱۷) : آپ ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کو عمامہ باندھا اور شملہ ۴؍ انگل یا ایک بالشت چھوڑا۔ (۵)

مسئلہ نمبر (۱۸): بغیر شملہ کے عمامہ باندھنا بھی درست ہے۔ (۶)

مسئلہ نمبر (۱۹): شملہ عادت سے زیادہ لٹکانا عمامہ میں اسبال ہے۔(۷)

مسئلہ نمبر (۲۰): عمامہ کے اوپر کسی طرف پھندنا چھوڑنا ناجائز نہیں ہے؛ ہاں سنت و

---

(۱) کتاب النوازل ۱۵/ ۳۱۷، فتاوی دارالعلوم زکریا ۷/ ۱۴۸

(۲) فتاوی دارالعلوم دیوبند ۱۶/ ۱۶۲ و ۱۶۳، کتاب النوازل ۱۵/ ۳۱۷ و ۳۸۰

(۳) فتاوی دارالعلوم زکریا ۷/ ۱۵۱

(۴) فتاوی دارالعلوم دیوبند ۱۶/ ۱۶۴

(۵) کتاب النوازل ۱۵/ ۳۸۰

(۶) فتاوی دارالعلوم زکریا ۷/ ۱۴۸

(۷) فتاوی دارالعلوم زکریا ۷/ ۱۵۸

مستحب بھی نہیں ہے، محض جائز ہے۔ (۱)

مسئلہ نمبر (۲۱): عمامہ کا پھندنا ریشم کا ہو تو حرام ہے؛ ورنہ جائز ہے۔ (۲)

مسئلہ نمبر (۲۲): اگر عمامہ پر چاندی کے تاروں کے نقش ۴/ انگل سے کم یا برابر ہو تو اس کی اجازت ہے۔ (۳)

مسئلہ نمبر (۲۳): شادی کے موقع پر عمامہ یا پگڑی باندھنے پر التزام کرنا اور نہ باندھنے والے پر لعن طعن کرنا ناجائز ہے؛ کیوں کہ مستحب کام کو واجب سمجھا جائے تو اس کام کو چھوڑنا واجب ہے۔ (۴)

نوٹ: دولہے کے لیے عمامہ باندھنا جائز ہے اور اگر دولہا اس نیت سے عمامہ باندھے کہ آپ ﷺ عموماً عمامہ باندھنے کا اہتمام کرتے تھے تو یہ سنت ہے؛ لیکن دولہا کے لیے عمامہ باندھنے کو لازم اور ضروری نہ قرار دیا جائے، اسی طرح آج کل جوراجاؤں کی طرح مروج پگڑی ہے، جس میں مختلف زینت کی اشیاء لگی ہوتی ہے، جس سے شان دکھائی جاتے ہے، ایسی پگڑی پہننے سے اجتناب کرنا چاہیے؛ بلکہ اس جائز کام کا ارادہ ہو تو شرعی عمامہ باندھنا چاہیے۔

مسئلہ نمبر (۲۴): سیاہ اور زرد عمامہ باندھنا جائز ہے؛ کیوں کہ یہ احادیث سے ثابت ہے۔ (۵)

مسئلہ نمبر (۲۵): سفید عمامہ افضل ہے؛ کیوں کہ آپ ﷺ نے سفید لباس کو پسند فرمایا

---

(۱) فتاوی دارالعلوم دیوبند ۱۶/ ۱۶۳

(۲) امداد الاحکام ۷/ ۱۴۶

(۳) فتاوی محمودیہ ۲۷/ ۴۵۸، جامع الفتاوی ۱/ ۴۰۱ و ۴۰۲

(۴) احسن الفتاوی ۸/ ۶۷

(۵) آپ کے مسائل اور ان کا حل ۷/ ۱۴۸، محمود الفتاوی ۷/ ۵۴۶ و ۵۴۷ از دعامہ، کتاب النوازل ۱۵/ ۳۸۲، فتاوی دارالعلوم زکریا ۷/ ۱۳۲ و ۱۴۲

ہے، نیز آپ ﷺ نے حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا کالا عمامہ اتار کر سفید عمامہ باندھا اور تعریف بھی فرمائی۔ (۱)

مسئلہ نمبر (۲۶): سبز رنگ کے عمامہ کا ثبوت کسی صحیح یا ضعیف احادیث میں دستیاب نہیں ہوا، ہاں بعض صحابہ سے سبز رنگ کا عمامہ ثابت ہے، نیز اسی رنگ کا جنتیوں کا لباس بھی ہوگا؛ اسی لیے سبز رنگ کا عمامہ جائز تو ہے؛ لیکن آج کل یہ بریلویوں کا شعار بن گیا ہے، اس لئے اس کے بجائے سیاہ یا سفید استعمال کرنا اولی ہے۔ (۲)

مسئلہ نمبر (۲۷): مزعفر اور معصفر جو گہرا زرد اور خوشبو دار ہو، اس کا استعمال مردوں کے لئے ممنوع ہے؛ لہذا اس رنگ کی ٹوپی اور عمامہ نہ پہنیں۔ (۳)

مسئلہ نمبر (۲۸): آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے بعض اوقات صرف ٹوپی پہننا بھی ثابت ہے۔ (۴)

مسئلہ نمبر (۲۹): ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا افضل اور مستحب ہے؛ تاہم اگر کسی وجہ سے بغیر ٹوپی کے نماز پڑھ لے تو نماز درست ہو جائے گی۔ (۵)

مسئلہ نمبر (۳۰): ٹوپی پہننے کا مسنون و بہتر طریقہ یہ ہے کہ سر کے سامنے کے بال چھپ جائے۔ (۶)

---

(۱) آپ کے مسائل اور ان کا حل ۷/۱۴۸، محمود الفتاوی ۷/۵۴۷ از دعامہ، کتاب النوازل ۱۵/۳۸۲، فتاوی دار العلوم زکریا ۷/۱۳۲ و ۱۳۴

(۲) فتاوی دار العلوم زکریا ۷/۱۳۸، المسائل المہمہ فیما ابتلت بہ العامۃ ۱۰/۳۲۴

(۳) فتاوی دار العلوم زکریا ۷/۱۴۲

(۴) آپ کے مسائل اور ان کا حل ۷/۱۴۹، کتاب النوازل ۱۵/۳۸۷، فتاوی قاسمیہ ۲۳/۴۵۸، فتاوی عثمانی ۴/۳۴۳، فتاوی دار العلوم زکریا ۷/۱۶۰، المسائل المہمہ فیما ابتلت بہ العامۃ ۱۰/۳۲۷

(۵) کتاب النوازل ۱۵/۳۷۴

(۶) کتاب النوازل ۱۵/۳۷۲

بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت ٹوپی پہننا مستحب ہے۔ (۱)

مسئلہ نمبر (۳۱): ٹوپی پر اللہ، محمد لکھنا ثابت نہیں ہے، اس طریقہ سے لکھنے پر ان ناموں کی بے ادبی بھی ہے؛ کیوں کہ ٹوپی پہن کر ناپاک جگہ بھی جایا جاتا ہے۔ (۲)

مسئلہ نمبر (۳۲): گنبدِ خضری اور غلافِ کعبہ کی نسبت سے اپنی ٹوپی کو ان کے رنگ کے مشابہ پسند کرنا جائز ہے؛ تاہم وہ رنگ کی ٹوپی استعمال کرے جس کو آپ ﷺ نے پسند فرمایا ہے یعنی سفید ٹوپی۔ (۳)

مسئلہ نمبر (۳۳): ہر وہ لباس جس کو صلحاء اور علماء نے اختیار کیا ہو، فساق وفجار کا لباس نہ ہو تو وہ شرعی لباس ہے؛ اسی وجہ سے دو پلی، پانچ کلی اور مطلق گول ٹوپی بھی جائز ہے۔ (۴)

مسئلہ نمبر (۳۴): سر سے چپکی ہوئی گول ٹوپی استعمال کرنا جائز ہے، پہننے پر ثواب ملے گا، نہ پہننے پر ملامت نہیں، نیز آپ ﷺ سے گول ٹوپی پہننا ثابت ہے اور ہمارے اکابر گول ٹوپی پہنا کرتے تھے۔ (۵)

مسئلہ نمبر (۳۵): دو پلی ٹوپی صلحاء اور اکابرین کا لباس ہے، اس کی اجازت ہے۔ (۶)

مسئلہ نمبر (۳۶): ایسی گول ٹوپی جس میں دوسری قوم کی مشابہت ہو درست نہیں ہے اور جس میں مشابہت نہ ہو وہ درست ہے۔ (۷)

---

(۱) فتاوی قاسمیہ ۲۳/۴۶۷

(۲) کتاب النوازل ۱۵/۳۷۳

(۳) فتاوی قاسمیہ ۲۳/۴۶۹

(۴) کتاب النوازل ۱۵/۳۶۹ و ۳۷۹، جامع الفتاوی ۱/۴۰۲

(۵) فتاوی محمودیہ ۲۷/۴۴۲ و ۴۴۳، کتاب النوازل ۱۵/۳۶۹، فتاوی قاسمیہ ۲۳/۴۶۰، جامع الفتاوی ۱/۴۰۲

(۶) فتاوی محمودیہ ۲۷/۴۴۳، کتاب النوازل ۱۵/۳۶۹، فتاوی قاسمیہ ۲۳/۴۶۶، جامع الفتاوی ۱/۴۰۲

(۷) تالیفاتِ رشیدیہ، ص: ۴۸۰

مسئلہ نمبر (۳۷): پھول دار چکن کے سفید کپڑے کی پانچ کلی ٹوپی پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۱)

مسئلہ نمبر (۳۸): پلاسٹک کی ٹوپی پہننا مکروہ ہے؛ کیوں کہ طبقۂ صلحاء میں اس کو معیوب سمجھا جاتا ہے۔ (۲)

مسئلہ نمبر (۳۹): پلاسٹک کے تاروں سے بنی ہوئی سفید ٹوپی جو دور سے بالکل کپڑے کی ٹوپی کے مشابہ معلوم ہوتی ہے اور کسی غیر قوم کا شعار بھی نہیں ہے، اُس کے اوڑھنے میں کوئی کراہت معلوم نہیں ہوتی، اور اُن کو اوڑھ کر نماز پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے؛ البتہ رنگین ٹوپیاں جو صلحاء کی وضع قطع کے خلاف ہوں یا غیر قوموں کا شعار ہو، یا جنہیں اوڑھ کر شریف آدمی عام مجامع میں آنے سے احتراز کرتا ہو، اسی طرح چٹائی کی بنی ہوئی مکروہ صورت ٹوپیاں اوڑھنا خلافِ اولیٰ اور مکروہ ہے۔ (۳)

مسئلہ نمبر (۴۰): گاندھی ٹوپی یعنی کشتی نما ٹوپی مدتِ دراز سے ہندوستان میں مستعمل ہے، یہ کفار کی علامت نہ تھی اور نہ ہے، اس میں زیادہ سے زیادہ قومیت کا وصف ہے؛ لہذا نماز اور غیر نماز ہر حال میں یہ ٹوپی پہننا جائز ہے؛ کیوں کہ محض گاندھی کیپ نام رکھ لینے سے یہ ناجائز نہیں ہو جائے گی۔ (۴)

مسئلہ نمبر (۴۱): رامپوری کیپ پہننا جائز ہے؛ لیکن سنت نہیں ہے۔ (۵)

مسئلہ نمبر (۴۲): جن سنگ پارٹی یا کسی اور پارٹی کی ٹوپی نہیں پہننا چاہیے۔ (۶)

---

(۱) کتاب النوازل ۱۵/ ۳۷۸

(۲) کتاب النوازل ۱۵/ ۳۷۶

(۳) کتاب النوازل ۱۵/ ۳۷۷ از احسن الفتاوی ۳/ ۴۳۷

(۴) کفایت المفتی ۱۲/ ۲۹۰، جامع الفتاوی ۱/ ۴۰۲

(۵) فتاوی محمودیہ ۲۷/ ۴۵۰

(۶) جامع الفتاوی ۱/ ۴۰۱

مسئلہ نمبر (۴۳): اگر غیر مذاہب سے تشبہ نہ ہو تو ترکی ٹوپی پہننا جائز ہے؛ ورنہ مکروہ ہے۔ (۱)

مسئلہ نمبر (۴۴): کسی خاص نوع کی ٹوپی کو لازم سمجھنا اور دوسرے شرعی ٹوپیوں کو قابل ترک سمجھنا صحیح نہیں ہے۔ (۲)

مسئلہ نمبر (۴۵): ضرورت کے وقت سر پر ٹوپی نہ رکھنے میں حرج نہیں۔ (۳)

مسئلہ نمبر (۴۶): ٹوپی یا عمامہ پر رومال ڈالا جاسکتا ہے۔ (۴)

مسئلہ نمبر (۴۷): ٹوپی پر رومال وغیرہ باندھنا جائز ہے؛ لیکن اس سے عمامہ کی فضیلت حاصل نہیں ہوگی۔ (۵)

مسئلہ نمبر (۴۸): رومال وغیرہ سے عمامہ باندھ لینے سے عمامہ کی سنت ادا ہو جائے گی۔ (۶)

مسئلہ نمبر (۴۹): ایسا ریشمی رومال جس کا تانا ریشمی ہو اور بانا کسی اور دھات کا ہو تو وہ جائز ہے اور اگر بانا ریشمی ہو تو مرد کے لیے یہ ناجائز ہے۔ (۷)

مسئلہ نمبر (۵۰): ریشمی رومال کی کراہت کبر کے اعتبار سے ہے کہ اس کا قیمتی ہونا کبر کی دلیل ہے، اگر پرانا غیر قیمتی ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔ (۸)

---

(۱) فتاوی دارالعلوم دیوبند ۱۶/ ۱۵۲، تالیفاتِ رشیدیہ، ص: ۴۸۰، امداد الاحکام ۷/ ۱۴۶

(۲) کتاب النوازل ۱۵/ ۳۶۹، جامع الفتاوی ۱/ ۴۰۱

(۳) فتاوی قاسمیہ ۲۳/ ۴۶۷، جامع الفتاوی ۱/ ۴۱۲

(۴) فتاوی دارالعلوم زکریا ۷/ ۱۷۹

(۵) فتاوی محمودیہ ۲۷/ ۴۵۷، فتاوی دارالعلوم زکریا ۷/ ۱۴۵

(۶) کتاب النوازل ۱۵/ ۳۸۴، فتاوی دارالعلوم زکریا ۷/ ۱۴۴، جامع الفتاوی ۱/ ۴۰۴

(۷) جامع الفتاوی ۱/ ۴۰۴

(۸) جامع الفتاوی ۱/ ۴۰۵

مسئلہ نمبر (۵۱): آپ ﷺ کا برہنہ سر ہونا احرام میں تو ثابت ہے، احرام کے علاوہ کسی کسی وقت بھی ضرورۃً برہنہ سر رہے ہیں، نہ کہ چلتے پھرتے عام حالات میں۔ (۱)

مسئلہ نمبر (۵۲): نماز اور غیرِ نماز یعنی ہر حالت میں سر کو ٹوپی یا عمامہ سے ڈھانپ کر رکھے؛ کیوں کہ سر کو ڈھانپنا مستحب اور صلحاء کا لباس ہے۔ (۲)

مسئلہ نمبر (۵۳): مردوں کا بازاروں، دفتروں وغیرہ میں کھلے سر رہنا خلافِ ادب، مکروہ اور انگریزوں کی تقلید و مشابہت ہے۔ فقہاء کے نزدیک ایسے مردوں کی شہادت قبول نہیں ہے۔ (۳)

مسئلہ نمبر (۵۴): سر ڈھانکنا سنن زوائد و عادیہ میں سے ہے، اس کو اختیار کرنا بہتر ہے، ترک کرنے والے پر نکیر نہیں کی جائے گی۔ (۴)

مسئلہ نمبر (۵۵): گھر پر ننگے سر رہنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۵)

مسئلہ نمبر (۵۶): کھانا کھاتے وقت ٹوپی پہننا ضروری نہیں ہے، بغیر ٹوپی کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (۶)

نوٹ: کسی خاص بزرگ سے منسوب ٹوپی پہننا افضل یا زیادہ ثواب کا باعث نہیں ہے اور نہ اس سے کوئی بزرگی ثابت ہوتی ہے؛ بلکہ بعض مرتبہ دل میں کبر پیدا ہو جاتا ہے، نیز یہ تاجروں کے لیے بھی خوب منفعت کا باعث ہے۔ (مرتب)

---

(۱) تالیفاتِ رشیدیہ، ص ۴۸۳:

(۲) کتاب النوازل ۱۵/ ۳۷۳، فتاوی قاسمیہ ۲۳/ ۴۶۶، فتاوی دار العلوم زکریا ۷/ ۱۷۵

(۳) آپ کے مسائل اور ان کا حل ۷/ ۱۴۹، کتاب النوازل ۱۵/ ۳۶۷، فتاوی قاسمیہ ۲۳/ ۴۶۷، احسن الفتاوی ۸/ ۱۸۲، فتاوی رحیمیہ ۱۰/ ۱۵۵، جامع الفتاوی ۱/ ۴۱۲

(۴) کتاب النوازل ۱۵/ ۳۸۶، فتاوی عثمانی ۴/ ۳۴۸، فتاوی دار العلوم زکریا ۷/ ۱۲۸، جامع الفتاوی ۱/ ۴۰۳

(۵) آپ کے مسائل اور ان کا حل ۷/ ۱۴۹

(۶) فتاوی قاسمیہ ۲۳/ ۴۵۸